قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟

اور

مسئلہ نزولِ مسیح و حیاتِ مسیح

از
مولانا محمد منظور نعمانی

الفرقان بکڈپو، ۳۱۔ نیا گاؤں مغربی، لکھنؤ

قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟



مسئلہ نزول مسیحؑ وحیات مسیحؑ

از افادات

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدیر "الفرقان" لکھنؤ

ناشر ــــــ کتب خانہ "الفرقان" لکھنؤ

مطبوعہ ــــــ سرفراز پریس ــــ لکھنؤ

بار دوم ــــــ ایک ہزار

سن اشاعت ــــ ۱۹۴۹ء

قیمت مجلد

ملنے کا پتہ

کتب خانہ "الفرقان"، ۳۱- نیا گاؤں مغربی- لکھنؤ

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ

یہ چھوٹی سی کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ قادیانیوں اور قادیانیت سے متعلق حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ کے چند اُن مضامین اور مقالات کا مجموعہ ہے جن میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ جو کچھ لکھا جائے ایسے عام فہم پیرایہ میں لکھا جائے کہ معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی آسانی سے سمجھ سکیں اور اُن مسائل کے بارے میں جن پر اِن مضامین میں گفتگو کی گئی ہے اطمینان حاصل کر سکیں۔

پہلا مضمون "اسلام اور قادیانیت" اگست ۱۹۷۴ء میں الفرقان کے افتتاحیہ کے طور پر اس وقت لکھا گیا تھا جب پاکستان کے ہر طبقہ اور مکتب خیال کے علماء اور عوام ایک عوامی تحریک کی شکل میں وہاں کی حکومت سے مطالبہ کر رہے تھے کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ ——— اور ہندوستان میں خاص کر غیر مسلموں کے

اخبارات اس کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے اور بعض ایسے لوگ بھی مخالفانہ بیانات دے رہے تھے جو اگرچہ مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے لیکن اسلام کی حقیقت اور اس کے حدود سے وہ اتنے ہی ناواقف ہیں جتنے کہ عام پڑھے لکھے غیر مسلم ——— حضرت مولانا نعمانی نے ان سب حضرات کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے اُس وقت یہ مختصر مضمون لکھا تھا اور اسلام کی حقیقت اور حدود واضح کر کے یہ دکھلایا تھا کہ قادیانیت اور اسلام ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔

دوسرا مضمون "قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟" اس وقت لکھا گیا جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے ستمبر ۱۹۷۴ء میں متفقہ طور پر ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اس مضمون میں اسی مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے کہ کسی کے لیے شک شبہ کی گنجائش نہیں رہی اور مسئلہ آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو گیا۔

تیسرا مضمون ہے "قادیانی اور ایک دانشور طبقہ" یہ دراصل ایک مضمون کا تنقیدی جائزہ اور جواب ہے جو "الجمعیۃ دہلی" کے سابق اڈیٹر مولانا محمد عثمان فارقلیط صاحب کے نام سے دہلی سے شائع ہونے والے ماہنامہ "شبستان" میں شائع ہوا تھا، اور اسی کے حوالہ سے قادیانیوں کے مختلف اخبارات و رسائل میں نقل ہوا تھا۔ اس میں قادیانیوں کو مسلمان قرار دیے جانے کی بڑے گمراہ کن انداز میں وکالت کی گئی تھی۔ ——— مولانا نعمانی نے اپنے اس جوابی مضمون میں گویا دن کی روشنی میں دکھلا دیا ہے کہ قادیانیوں کی وکالت میں جو کچھ "شبستان" والے مضمون میں لکھا گیا ہے وہ

جہالت اور اہلِ فریبی کا شاہ کار ہے۔

[خدا کا شکر ہے کہ بعد میں خود مولانا محمد عثمان فارقلیط نے اپنے ایک بیان کے ذریعہ یہ وضاحت کر دی کہ وہ مضمون شبستان میں غلط طور سے اُن کے نام سے شائع ہو گیا ہے وہ در اصل کچھ دانشوروں کا مرتب کیا ہوا مضمون تھا۔ فارقلیط صاحب نے اپنے اس اخباری بیان میں صراحت کے ساتھ اس کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ مولانا نعمانی نے شبستان میں شائع ہونے والے اس مضمون کے جواب میں جو کچھ الفرقان میں لکھا ہے وہ درست ہے اور اُن کو اُس سے اتفاق ہے ـــــ فارقلیط صاحب کا یہ بیان ۲۵ جنوری ۱۹۷۵ء کے روزنامہ دعوت دہلی" میں بھی شائع ہوا تھا]

"شبستان دہلی" میں شائع ہونے والے اُس مضمون میں جس کا ذکر اوپر کی سطروں میں کیا گیا ہے "نزولِ مسیح" کے مسئلہ پر بھی گفتگو کی گئی تھی۔ حضرت مولانا نعمانی نے اس پر بھی مستقل مضمون سپردِ قلم فرمایا وہی اس مختصر مجموعہ کا چوتھا اور آخری مضمون ہے، اس کا عنوان ہے

مسئلہ نزولِ مسیحؑ وحیاتِ مسیحؑ

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اپنے ان بندوں کے خیالات کی تصحیح

اور اصلاح کا ذریعہ بنائے جو ان مسائل کے بارے میں شکوک و شبہات اور غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اور اس کو قبول فرمائے۔

ناچیز
ناظم کتب خانہ الفرقان لکھنؤ
جون ۱۹۷۵ء

(۱)

اسلام اور قادیانیت

یہ مختصر مضمون الفرقان کے افتتاحیہ کے طور پر اگست ۱۹۵۳ء میں اس وقت لکھا گیا تھا جب پاکستان کے ہر طبقہ اور مکتب خیال کے علما اور عوام کی طرف سے ایک عوامی تحریک کی شکل میں وہاں کی حکومت سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر "غیر مسلم اقلیت" قرار دیا جائے۔ اور ہندوستان میں، خاصکر غیر مسلموں کے اخبارات مسلسل اس کے خلاف لکھ رہے تھے اور "مسلمانوں" میں سے بھی کچھ ایسے لوگ جو غیر مسلموں ہی کی طرح اسلام سے ناواقف ہیں مخالفانہ بیانات دے رہے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان میں قادیانیوں کو "غیر مسلم اقلیت" قرار دیے جانے کا جو مسئلہ اٹھا ہوا ہے اگرچہ وہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے اور اپنی مخصوص نوعیت کے لحاظ سے مسلمانوں کا خالص دینی مذہبی علمی مسئلہ ہے جس کے بارے میں وہی لوگ سوچ سمجھ سکتے ہیں جو اسلام کی حقیقت اور اس کے حدود سے واقفیت رکھتے ہوں مگر اس کے باوجود ہمارے ملک کے انگریزی، ہندی اور اردو کے وہ اخبارات بھی جو غیر مسلم حضرات کی ادارت و سربراہی اور ان ہی کے انتظام میں چل رہے ہیں جن کی واقفیت اسلام کے بارے میں صفر سے زیادہ نہیں ہے، اپنے کو اس مسئلہ میں اظہار رائے کا حقدار سمجھ کر اس بحث میں حصہ لے رہے ہیں۔

بعض ایسے اردو رسالوں میں بھی اس مسئلے سے متعلق مضامین شائع ہو رہے ہیں جو صرف تفریحی اور مقصد کے لحاظ سے خالص تجارتی اور کاروباری ہیں اور جن کا دین و مذہب سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ ان پڑھے لکھے لوگوں کو اس کا بالکل احساس نہیں کہ ایک خالص دینی مسئلہ میں ضروری علم و واقفیت کے بغیر حصہ لینا کتنی بڑی بے اصولی اور کیسی غیر ذمہ دارانہ بات ہے اور اس سلسلہ میں وہ جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ کس قدر مہمل اور غیر منطقی ہے۔

آج اسی موضوع سے متعلق چند اصولی اور بنیادی باتیں حوالۂ قلم کی جا رہی ہیں۔

اسلام کسی نسل اور ذات برادری کا نام نہیں ہے، اور ہندو مذہب کی طرح (اگر اس کو مذہب کہا جاسکے) کچھ معاشرتی رسوم یا کسی خاص طرزِ عبادت سے وابستگی کا نام بھی اسلام نہیں ہے جس میں عقیدہ کی کوئی اہمیت نہیں۔ ہندو دنیا سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ویدوں کو مقدس الہامی کتاب ماننے والے بھی ہندو ہیں، اور اس کا انکار کرنے والے بھی ہندو، مورتی پوجا کرنے والے سناتن دھرمی بھی ہندو ہیں اور مورتی پوجا کا کھنڈن کرنے والے آریہ سماجی بھی ہندو ـــــ ایشور اور خدا کو ماننے والے بھی ہندو ہیں اور اس کے قطعی منکر بھی ہندو ـــــ ایک زمانہ میں ہمارے ملک کے عظیم لیڈر پنڈت جواہر لال نہرو نے خود اپنا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ہندو مذہب بھی عجیب ہے، اس سے کسی طرح پیچھا نہیں چھوٹ سکتا، میں خدا کو نہ مانوں جب بھی ہندو ہوں، کسی مذہب کو نہ مانوں جب بھی ہندو ہوں۔[1]

---

[1] بہت عرصہ گزرا پنڈت جی نہرو کی یہ بات غالباً ان کی خود نوشت سوانح حیات کے اردو اڈیشن میں پڑھی تھی، اس وقت یادداشت سے لکھ گیا ہے، اُن کے الفاظ جو بھی ہوں، پورا اطمینان ہے مطلب یہی تھا۔

الغرض اسلام اس طرح کا کوئی مذہب اور دھرم نہیں ہے، بلکہ مسلمان ہونے کے لیے کچھ متعین عقائد اور ہدایات کا قبول کرنا اور ان کو برحق ماننا ضروری اور لازمی ہے اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ پیغمبر کی اولاد ہو ــــ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی کسی چیز کا منکر نہ ہو جس کے بارہ میں ناقابلِ شک یقینی اور قطعی طریقے اور مسلسل تواتر سے ثابت اور معلوم ہو چکا ہو ــــ اور امت کے عوام تک کو معلوم ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم امت کو دی تھی ــــ علماء، فقہاء اور متکلمین کی خاص اصطلاح میں ایسی چیزوں کو "ضروریات دین" کہا جاتا ہے، مثلاً یہ بات کہ اللہ ہی وحدہٗ لاشریک معبود ہے، اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، اور قیامت و آخرت برحق ہے، اور قرآن پاک اللہ کی نازل کی ہوئی کتابِ ہدایت ہے، اور پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اور کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کے بارے میں ہر وہ شخص جس کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ بھی علم اور واقفیت ہے یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کی امت کو تعلیم دی تھی، اس میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں ہے ــــ تو مسلمان ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ایسی کسی بات کا انکار نہ کرے، کیونکہ ایسی کسی ایک بات کا انکار بھی بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت کا انکار ہے جس کے بعد اسلام سے رشتہ کٹ جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن باتوں کی تعلیم و ہدایت ایسے یقینی اور قطعی طریقے سے مسلسل تواتر کے ساتھ ثابت ہے جس میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں اور جن کو امت کے عوام بھی جانتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبوت کا سلسلہ

آپ پر ختم کر دیا گیا۔ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا ـــــ جس قطعی اور یقینی طریقہ سے اور جس درجہ کے تواتر کے ساتھ امت کو یہ معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی وحدانیت، اپنی رسالت، قیامت و آخرت اور قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے کی اور پانچ نمازوں کی فرضیت اور خانہ کعبہ کے قبلہ ہونے کی تعلیم دی تھی، ویسے ہی قطعی اور یقینی طریقہ سے اور اسی درجہ کے تواتر کے ساتھ یہ معلوم اور ثابت ہے کہ آپ نے اپنے آخری نبی ہونے اور آپ کے بعد کسی نبی کے مبعوث نہ ہونے کی بات پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ بتلائی تھی اور اس طرح بتلائی تھی کہ اس سے زیادہ وضاحت و صراحت کا کوئی امکان نہیں[1] ـــــ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبرؓ کے زمانۂ خلافت سے لے کر ہمارے دور تک امت کا اس پر اجماع اور اتفاق رہا کہ جس طرح توحید و رسالت اور قیامت و آخرت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا منکر، پنجگانہ نمازوں اور کعبہ کے قبلہ ہونے کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا یا اس کے دعوے اور دعوت کو قبول کر کے اس پر ایمان لانے والا مسلمان نہیں ہو سکتا، اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اس کو دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جائے گا، اور اس کے ساتھ مرتدوں والا معاملہ کیا جائے گا ـــــ امت کی پوری تاریخ میں عملاً یہی ہوتا رہا ہے۔ سب سے پہلے صدیق اکبر اور تمام صحابہ کرام نے نبوت کے مدعی مسیلمہ کذاب اور

---

[1] اگر کسی کو اس بارہ میں علمی اطمینان حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو وہ کم از کم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (مقیم کراچی) کا رسالہ "ہدیۃ المہدیین" (عربی) یا رسالہ "ختم النبوۃ" (اردو) کا مطالعہ کرے۔

اس کے ماننے والوں کے بارہ میں یہی فیصلہ کیا۔ حالانکہ تاریخی روایات میں محفوظ ہے کہ وہ لوگ، توحید اور رسالتِ محمدی کے قائل تھے اُن کے ہاں اذان ہوتی تھی اور اذان میں "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ" اور "اشہد ان محمداً رسول اللہ" بھی کہا جاتا تھا۔

واضح رہے کہ اس مسئلہ کی بنیاد صرف یہ نہیں کہ قرآن مجید سورۂ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" فرمایا گیا ہے کہ لغوی ہیچ بحثیوں کے ذریعہ بیچارے ناواقفوں کے دلوں میں شک شبہ پیدا کیا جائے (اگرچہ واقعہ یہ ہے کہ خاتَم بفتح ت، خاتِم بکسر تا کے مفہوم (آخری) کو اور زیادہ مبالغہ کے ساتھ ادا کرتا ہے اور سلسلہ نبوت کے ختم اور قطعی مہر بند ہو جانے اور حضورؐ کے بعد کسی نبی کے مبعوث نہ ہونے بلکہ نہ ہو سکنے کے عقیدہ اور تصور کو اور زیادہ محکم کر دیتا ہے) تاہم جیسا کہ عرض کیا گیا مسئلہ کی بنیاد قرآن مجید کا صرف یہ کلمہ نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ ختم نبوت اور انقطاعِ سلسلۂ رسالت سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات ہیں جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور جو اس لفظ "خاتم النبیین" کی تشریح کرتے ہیں۔ اور پھر مسلسل تواتر اور امت کا اجماع اور تعامل ـــــ ان سب چیزوں کی وجہ سے مسئلہ کی نوعیت وہی ہو گئی ہے جو مثلاً عقیدۂ توحید و رسالت، قیامت و آخرت اور نماز پنجگانہ کی فرضیت کی ہے اور ایسے کسی بھی مسئلہ کا انکار اگرچہ کسی تاویل کے ساتھ ہو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اگر ایسے عقائد و مسائل کا تاویل سے انکار کر کے بھی آدمی مسلمان ہی رہے تو مطلب یہ ہو گا کہ اسلام کے بنیادی عقائد و تعلیمات اور ضروریات دین کی بھی کوئی متعین حقیقت نہیں ہے جس کا جو جی چاہے مطلب گڑھ لے۔

اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اس بارہ میں قادیانیوں کا موقف اور عقیدہ کیا ہے؟ کیا وہ ختم نبوت کے اس عقیدہ کے منکر ہیں؟ اور مرزا غلام احمد صاحب کو حقیقی اور شرعی معنی میں نبی مانتے ہیں یا اس لفظ اور تعبیر سے ان کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے؟

اس کے جواب کے لیے کچھ زیادہ چھان بین اور ان کی بہت سی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت نہیں، مرزا غلام احمد صاحب کے بیٹے اور خلیفہ دوم اور موجودہ خلیفہ کے والد مرزا بشیر الدین محمود صاحب کی صرف ایک کتاب "حقیقۃ النبوۃ" کا مطالعہ کافی ہے۔ یہ کتاب انھوں نے لاہوری پارٹی کے خلاف اور ان کی تردید میں لکھی ہے اور اس کا خاص موضوع اور مدعا یہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اسی طرح اور اسی معنی میں نبی تھے جس طرح کے اور جن معنوں میں انبیاء سابقین مثلاً حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام نبی تھے اور جس طرح ہر نبی کا منکر کافر ہوتا ہے اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت کا انکار کرنے والے اور ان کو نہ ماننے والے بھی کافر ہیں۔

انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں اس موضوع پر کچھ مزید تفصیل سے عرض کیا جائے گا۔ واللہ ولی التوفیق

(الفرقان بابت ستمبر ۱۹۷۴ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲)

قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟

۷ر ستمبر کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ مرزا غلام احمد
قادیانی کے ماننے والوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے ہوئے غیر مسلم اقلیت
قرار دے دیا ہے۔ اس کارروائی کے ذریعہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک ایسا
اسلامی فریضہ ادا کیا ہے جس پر اسے دلی مبارکباد دی جانی چاہیے۔ قادیانیت کا
سرچشمہ پاکستان ہی میں ہے وہیں سے سارے عالم میں اس فتنے کی تحریک اور
پرورش ہو رہی تھی، اس لیے پاکستانی حکومت کا فرض تھا کہ وہ اس چشمے پر بند باندھے
اور دنیا کے سارے انسانوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً آگاہ کر دے کہ اسلام کی
تبلیغ کے نام سے قادیانیت کی جو تبلیغ نہایت اعلیٰ وسائل کے ساتھ ہو رہی ہے
اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے ـــــ اس کار خیر میں "رابطۂ عالم اسلامی"
(مکہ مکرمہ) کا بھی بڑا حصہ ہے کہ اس وقت پاکستانی علمائے اسلام اور عامۃ المسلمین کے
اس مسلسل مطالبے کو کہ قادیانیوں کو امتِ مسلمہ سے خارج قرار دیا جائے، اسلام کی
مذہبی نمائندگی کی سطح پر ایک عالمی مطالبے کی حیثیت میں لاکر بہت باوزن اور
پاکستانی حکومت کے لیے سنجیدگی کے ساتھ قابلِ توجہ بنا دیا۔ رابطہ کی یہ جدوجہد
انشاء اللہ اس کی اہم ترین نیکیوں میں شمار ہوگی۔

قادیانی جو تقریباً ایک صدی سے اپنے آپ کو اسلام کے ساتھ چپکائے

رکھنے پر مصر تھے اور طرح طرح کی پُرفریب دلیلوں سے اس حقیقت کو غلط ٹھہراتے تھے کہ وہ اسلام کے نام سے ایک نئے مذہب کے پیرو اور داعی ہیں وہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے اس فیصلے کے بعد یقیناً اور زور و شور سے اپنی مظلومیت کا رونا روئیں گے اور ناواقف مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کریں گے کہ انھیں اسلام سے خارج قرار دینا ایک صریح زیادتی ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ پاکستان میں جس بنیاد پر ان کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے اس بنیاد کی ایک عام فہم تشریح کر دی جائے تاکہ کوئی سچا مسلمان اس معاملے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونے پائے۔

اس تشریح کے سلسلے میں چند بنیادی باتیں پہلے سمجھنے کی ہیں۔

پہلا نکتہ

اس سلسلے میں سب سے پہلے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جو دینی حقیقتیں اور دینی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہونچی ہیں ان میں سے زیادہ تر تو وہ ہیں جن کے بارے میں اگرچہ ہمیں اطمینان ہے کہ ان کا ثبوت اس درجہ کا ہے کہ ہمارے لیے ان کا ماننا اور اگر وہ عمل سے متعلق ہیں تو ان پر عمل کرنا ضروری ہے، لیکن پھر بھی ان کا ثبوت ہر قسم کے احتمال و تشکیک اور اشتباہ و التباس سے بالاتر ایسا یقینی اور قطعی اور بدیہی نہیں ہے کہ ہم اُن کے نہ ماننے کو قطعیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا نہ ماننا کہہ سکیں، اور اس کو کفر و انکار قرار دے سکیں۔ دین و شریعت کے زیادہ تر اجزاء و عناصر کا یہی حال ہے۔

لیکن کچھ دینی حقیقتیں اور دینی باتیں ایسی بھی یقیناً ہیں جن کی حیثیت یہ ہے کہ مثلاً جس درجہ کے یقینی اور غیر مشکوک ذرائع سے اور جس قسم کے تواتر سے ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور

اللہ کے پیغمبر کی حیثیت سے ایک دین کی طرف اپنے زمانہ کے لوگوں کو بلایا تھا اسی درجہ کی نقل و روایت اور اسی قسم کے تواتر سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اپنی دینی ہدایت اور دعوت کے سلسلے میں یہ یہ چیزیں خاص طور سے فرمائی تھیں۔ مثلاً یہ بات کہ آپ نے "لا الٰہ الا اللہ" یعنی توحید کی دعوت دی تھی اور بُت پرستی کو شرک قرار دیا تھا ——— اور مثلاً یہ بات کہ آپ نے قرآن پاک کو کتاب اللہ کی حیثیت سے پیش کیا تھا ——— اور مثلاً یہ بات کہ آپ قیامت کا آنا بیان فرماتے تھے، اور مثلاً یہ بات کہ آپ نماز، زکوٰۃ، روزہ، اور حج کا حکم دیتے تھے ——— تو یہ، اور ان جیسی بہت سی دینی حقیقتیں ہیں جن کا ثبوت ہر قسم کے وہم و شک اور احتمال و تشکیک سے بالاتر اُسی درجہ کے تواتر سے ہم تک پہونچا ہے جس درجہ کے تواتر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی دعوت پہونچی ہے، اور ہر دور میں اُمت کے تمام طبقات میں ان کی ایسی ہی شہرت رہی ہے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دینی حقیقتوں کا ثبوت ایسا یقینی قطعی اور بدیہی ہے کہ ان کا نہ ماننا بلاشبہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ حقیقت کا نہ ماننا ہے۔

خالص علمی اور دینی اصطلاح میں دین کی ایسی حقیقتوں کو ضروریاتِ دین کہتے ہیں۔

دوسرا نکتہ ۲ اس کے بعد ہمیں عرض کرنا ہے کہ جو شخص اسلام و کفر کے معنی وہی جانتا ہو جو کتاب و سنت سے، اور اُمتِ مسلمہ کے متواتر تعامل سے علماء سلف و خلف نے اب تک سمجھے ہیں اس کو غالباً اس بات سے اختلاف اور انکار نہ

نہ ہوگا کہ مومن و مسلم ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان "ضروریات دین" میں سے کسی حقیقت کا منکر نہ ہو۔ اگر یہ بھی ضروری نہ ہو تو پھر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مومن و مسلم ہونے کے لیے سرے سے کسی حقیقت کا ماننا ضروری نہیں، اور شاید اس سے زیادہ مہمل اور بے معنی بات دین کے بارے میں اور نہیں کہی جا سکتی۔

تیسرا نکتہ اب فرض کیجیے کہ ان ہی دینی حقیقتوں میں سے (جن کو ضروریات دین کہا جاتا ہے) کسی حقیقت کے بارے میں ایک شخص کہتا ہے کہ میں اس کو مانتا ہوں، لیکن وہ اس کے معنی بالکل نئے گڑھتا ہے، مثلاً وہ کہتا کہ میں "لا الٰہ الا اللہ" کو مانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، لیکن لوگوں نے جانا نہیں، وہ میں خود ہوں میں نے اب اس شکل و صورت میں ظہور کیا ہے جس میں تم مجھے دیکھ رہے ہو، اور قرآن میری نازل کردہ کتاب ہے، اور محمد میرے بھیجے ہوئے رسول تھے (معاذ اللہ) ——— یا فرض کیجیے کہ وہ اپنے بارے میں یہ نہیں کہتا، بلکہ کسی مقبول ہستی کے بارے میں یہ بات کہتا ہے، یعنی "لا الٰہ الا اللہ" کو مانتے ہوئے وہ اس کا مصداق اس مقبول ہستی کو بتلاتا ہے (جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو کرنے والے کچھ عقل باختوں کے متعلق نقل بھی کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کو مسلمانوں ہی میں شمار کرتے تھے، "لا الٰہ الا اللہ" پڑھتے تھے، اور اللہ کا ظہور یا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ٹھہراتے تھے) ——— یا مثلاً فرض کیجیے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں کلمۂ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کو مانتا ہوں لیکن اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو عام مسلمان اب تک سمجھتے رہے، بلکہ اس کا مطلب (معاذ اللہ) یہ ہے کہ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، اور وہ اللہ خود محمد ہیں جو "رسول اللہ"

کے روپ میں آ گئے ہیں ـــــ یا مثلاً ایک شخص قیامت کے بارے میں کہتا ہے کہ میں قیامت کو مانتا ہوں، لیکن اس کی حقیقت وہ نہیں ہے جو عام مسلمان سمجھے ہوئے ہیں، اور خواہ مخواہ اس کے انتظار کی تکلیف اٹھا رہے ہیں، بلکہ اس کا مطلب صرف ایک دور کا خاتمہ اور دوسرے دور کا آغاز ہے، جو ہو بھی چکا، اور مسلمان جس توڑ پھوڑ والی قیامت کے منتظر ہیں، وہ کبھی آنے والی نہیں ـــــ یا مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں قرآن کو خدا کی کتاب مانتا ہوں، لیکن اس بارے میں میرا خیال اور تصور وہ نہیں ہے جو عام مسلمانوں کا ہے، بلکہ میرے نزدیک اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ در اصل تو یہ رسول اللہ کی تالیف ہے، اور خود اُن کا کلام ہے، لیکن اس میں جو باتیں ہیں، اور جن خیالات کو ظاہر کیا گیا ہے چونکہ وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہیں، یا یوں کہہ لیجئے کہ اللہ ہی نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ میں پیدا کیا تھا، اس لیے قرآن کو کتاب اللہ کہہ دیا جاتا ہے[1]

تو غور طلب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے گمراہوں کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ بیچارے مکذب اور منکر نہیں، بلکہ مؤوّل ہیں، اور اس لیے مسلمان ہی ہیں۔ یا یہ کہا جائے گا کہ یہ زندیق تاویل اور تحریف کے ساتھ دینی حقیقتوں کی تکذیب کرتے ہیں، اور انھوں نے یہ رویہ اختیار کر کے دینِ محمدیؐ سے اپنا رشتہ کاٹ لیا ہے؟

---

[1] واضح رہے کہ یہ سب محض فرضی مثالیں نہیں بلکہ ان میں بعض باتیں وہ ہیں جن کے کہنے والے پہلے کسی زمانے میں گزرے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کے کہنے والے اب بھی موجود ہیں، اور قرآن پاک کے متعلق یہ بات تو ابھی چند سال ہوئے نیاز فتحپوری صاحب نے کہی تھی۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ تاویل کے ساتھ "ضروریات دین" کا انکار کرنے والوں کو مومن، و مسلم کہنے کی گنجائش جب ہی نکل سکتی ہے کہ پہلے اس بات کو مان لیا جائے کہ ان ضروریات دین کی بھی کوئی حقیقت متعین نہیں ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سرے سے خود اسلام ہی کی حقیقت متعین نہیں کیونکہ "ضروریات دین" تو اس کے اول درجہ کے بینات ہیں۔

اسی لیے متقدمین اور متاخرین میں سے جنھوں نے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے۔ وہ سب اس پر متفق ہیں کہ ضروریات دین میں تاویل، مآل اور حکم کے لحاظ سے تکذیب ہی ہے۔

اس متفقہ مسئلہ کی نوعیت

اور واضح رہے کہ یہ کوئی فرعی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ کفر و اسلام کی حقیقت اور اس کی حدود کا اصولی اور بنیادی مسئلہ ہے، متقدمین و متاخرین اہل حق میں سے ایک کا بھی نام نہیں بتایا جا سکتا جس نے اس اصول سے اختلاف کیا ہو، اور تاویل کے ساتھ ضروریات دین کے انکار کو کفر نہ قرار دیا ہو، ہاں کسی شخص یا گروہ پر اسی اصول کے انطباق اور اطلاق میں واقفیت اور عدم واقفیت کی بنا پر یا دوسرے وجوہ سے دو رائیں ہو سکتی ہیں، اور کسی کی تکفیر کے بارے میں جہاں خود محققین و محتاطین اہل حق میں اختلاف ہوا ہے وہ عموماً اطلاق اور انطباق ہی میں ہوا ہے۔ بہرحال تمام سلف و خلف اہل حق میں سے کسی ایک کو بھی اس اصول سے اختلاف نہیں ہے کہ ضروریات دین کا انکار اگرچہ تاویل کے ساتھ ہو بہرحال وہ اسلام سے رشتہ کاٹ دیتا ہے۔

ختم نبوت کا عقیدہ

اس کے بعد عرض کرنا ہے کہ جو شخص دین کا کچھ بھی علم رکھتا ہے وہ یہ ضرور جانتا ہے کہ "ختم نبوت کا عقیدہ" یعنی "ختم نبوت" اور "خاتم النبیین" کے صرف الفاظ نہیں بلکہ یہ حقیقت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور اب کوئی نیا نبی قیامت تک مبعوث نہیں ہوگا — "ضروریات دین" میں سے ہے یعنی ناقابل شک یقین پیدا کرنے والے تواتر کے جن ذرائع سے ہمیں مثلاً یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے کو نبی کی حیثیت سے پیش کیا تھا اور قرآن پاک کو کتاب اللہ بتلایا تھا، اور آپ توحید اور نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے، ان ہی ذرائع سے اور بالکل ویسے ہی تواتر سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اپنے بارہ میں یہ بھی بتلایا تھا کہ سلسلۂ نبوت مجھ پر ختم کر دیا گیا، — میں خاتم النبیین ہوں، اور اب میرے بعد کوئی نیا نبی اللہ کی طرف سے نہیں آئے گا — الغرض یہ عقیدہ اور یہ دینی حقیقت بھی دین کی خاص اصطلاح میں "ضروریات دین" میں سے ہے، اور کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس کا انکار نہ کرے، اور نہ اس کی ایسی کوئی تاویل اور توجیہ کرے جس سے ختم نبوت کی مذکورۂ بالا حقیقت کا انکار اور ابطال ہوتا ہو۔

قادیانیوں کا مسئلہ

اب آخری کڑی اس بحث کی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتابیں جس شخص نے پڑھی ہیں اُسے اس بات میں شبہ کرنے کی گنجائش نہیں کہ جن الفاظ و عبارات میں نبوت کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے، اور اگلے پیغمبروں نے کیا ہے، مرزا صاحب نے انہی الفاظ

و عبارات میں اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، جو لوگ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں وہ اگر ہٹ دھرم نہیں ہیں تو وہ سوچیں کہ نبوت کا دعویٰ کن لفظوں اور کن عبارتوں میں ہوتا ہے؟ اور پھر وہ مرزا صاحب کی اس سلسلہ کی عبارات کا مطالعہ کریں ـــــ اور خیر جانے دیجئے مرزا صاحب کے معاملہ کو کہ لاہوری پارٹی[ع] کے غیر منطقی وجود نے اُن کے معاملہ کو (واقعۃً قابل اشتباہ نہ ہونے کے باوجود) بعض تنگی لوگوں کے لیے ہم مان سکتے ہیں کہ کسی درجہ میں اب مشتبہ کر دیا ہے لیکن موجودہ قادیانی پارٹی کا معاملہ تو بالکل صاف ہے وہ تو کھلے بندوں مرزا صاحب کے لیے حقیقی نبوت اور اُس کے لوازم ثابت کرتے ہیں اور بغیر کسی لاگ لپیٹ کے کہتے ہیں کہ وہ اُسی معنی کر، اور اُسی قسم کے حقیقی نبی تھے جس معنی کر اور جیسے نبی پہلے آتے رہے اور اگلے نبیوں کے نہ ماننے والے جس طرح کافر ہیں، اور نجات کے مستحق نہیں، اُسی طرح مرزا صاحب کے نہ ماننے والے سارے مسلمان بھی کافر اور نجات سے محروم رہنے والے ہیں۔

جن لوگوں نے اُن تحریروں کو پڑھا ہے، جو 'نبوت' اور 'تکفیر' کے مسئلہ پر لاہوری پارٹی کے جواب میں قادیانی پارٹی کے ذمہ داروں کی طرف سے کتابی صورت میں' اور اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اس بارے میں ان لوگوں نے

ع مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو کہتا ہے کہ وہ معروف اصطلاحی معنوں میں نبی ہونے کے مدعی نہیں بلکہ صرف "مہدی" اور اس "آنے والے مسیح" ہونے کے مدعی تھے جس کی خبر حدیثوں میں دی گئی ہے۔

کسی بڑے سے بڑے تنگی اور تادیلی آدمی کے لیے بھی کسی شک وشبہ کی، اور کسی "تاویل کی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

آئیے ان تحریروں کے چند اقتباسات ہم یہاں بھی پیش کرتے ہیں:۔

دعوائے نبوت قادیانی امت کے دوسرے امام اور مرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند مرزا بشیر الدین محمود نے اب سے ساٹھ سال پہلے ۱۹۱۵ء میں "حقیقۃ النبوۃ" کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی جس کا موضوع ہی لاہوری پارٹی کے مقابلہ میں مرزا صاحب کو نبی یعنی شرعی معنی کے لحاظ سے حقیقی نبی ثابت کرنا ہے۔

اس کی لوح پر لکھا ہوا ہے کہ اس میں "مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ورسالت براہین قاطعہ کے ساتھ ثابت کی گئی ہے"

اس کے صں ۱۸۱ سے صں ۲۳۲ تک (گویا پورے پچاس صفحے پر) لاہوریوں پر حجت قائم کرنے کے لیے مرزا غلام احمد کی نبوت کے دلائل دیے گئے ہیں، یہ کل ۲۰ دلائل ہیں، ان میں سے ساتویں دلیل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے خود اپنے کو نبی و رسول کہا ہے اور اپنے لیے نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا ہے ——— اور پھر گن کر ۳۹ عبارتیں مرزا صاحب کی کتابوں سے مرزا محمود نے نقل کی ہیں جن میں مرزا صاحب نے اپنے کو نبی و رسول کہا ہے اور نبوت ورسالت کا صاف وصریح دعویٰ کیا ہے ——— ان ہی میں سے چند عبارتیں ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ یہ عبارتیں اگرچہ ہم نے خود مرزا صاحب کی کتابوں میں بھی پڑھی ہیں لیکن اس وقت ہم ان کو "حقیقۃ النبوۃ" سے نقل کر رہے ہیں۔

(۱) "میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

(۲) "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔" (مرزا صاحب کا آخری خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

(۳) "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

(۴) "پس اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشین گوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کے لیے ایک نشان ہے۔ یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصۂ زمین میں تکذیب ہو مگر اس کی تکذیب کے وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۶۱)

(۵) کانگڑہ اور بھاگسو کے پہاڑ کے صدہا آدمی زلزلہ سے ہلاک ہو گئے ان کا کیا قصور تھا انھوں نے کون سی تکذیب کی تھی۔ سو یاد رہے کہ جب خدا کے کسی مرسل کی تکذیب کی جاتی ہے خواہ وہ تکذیب کوئی خاص قوم کرے یا کسی خاص حصۂ زمین میں ہو مگر خدا تعالیٰ کی غیرت عام عذاب نازل کرتی ہے (حقیقۃ الوحی ص۱۶۲)

(۶) "پس خدا نے اپنی سنت کے موافق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا ....
تب وہ وقت آیا کہ ان کو ان کے جرائم کی سزا دی جائے۔"
(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۵۲)

(۷) "تحت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو تلاش کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔

(تجلیات الٰہیہ ص۹)

(۸) "خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے۔" (دافع البلاء ص۲)

(۹) "خدا تعالیٰ نے ۔۔۔۔۔ قادیان کو اس طاعون کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔" (دافع البلاء ص۱۰)

(۱۰) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا" (دافع البلاء ص۱۱)

(حقیقۃ النبوۃ از مرزا محمود ص۲۱۲ و ۱۴۱)

یہ مرزا صاحب کی اپنی عبارتیں ہیں، انصاف سے غور کیا جائے کہ ان میں کسی تاویل کی کیا گنجائش ہے ——— ان کے علاوہ مرزا صاحب نے جو خدائی الہامات گھڑے ہیں، ان میں بھی وہ سیکڑوں جگہ خدا کی طرف سے اپنے کو نبی و رسول کہتے ہیں۔ مرزا محمود نے "حقیقۃ النبوۃ" میں ان الہامات کو بھی اپنے باپ کی نبوت کی مستقل دلیل قرار دیا ہے اور ۲۹ ہی ایسے الہام بھی ذکر کیے ہیں۔ ہم ان میں سے بھی صرف ۱۰ ہی یہاں نقل کرتے ہیں۔

(۱) "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق و تھذیب الاخلاق"

(۲) "انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم"

(۳) "انی مع الرسول اقوم وافطر واصوم"

(۴) سیقول العدو لست مرسلا سناخذہ من مارن اوخرطوم"

(۵) "انی مع الرسول اقوم ومن یلومہ الوم

(۶) "انی مع الرسول اقوم ولن ابرح الارض الی الوقت المعلوم"

(۷) "انی مع الرسول اقوم دار وم مایروم"

(۸) "انی مع الرسول فقط"

(۹) "انا ارسلنا احمد الی قوم فاعرضوا وقالوا کذاب اشر"

عربی زبان کا صحیح ذوق رکھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی مہمل تک بندیوں کو حق تعالیٰ شانہ کی وحی بتانا افترا علی اللہ ہونے کے علاوہ کتنی بڑی جہالت اور بے حیائی ہے لیکن اس وقت ان چیزوں سے بالکل بحث نہیں، یہاں تو ان الہامات کے نقل کرنے سے غرض صرف یہ ہے کہ اس شخص کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ اللہ کی وحی اور اس کے الہامات ہیں، جن میں مجھے نبی و رسول یا مرسل کہا گیا ہے۔

آخر میں اس سلسلہ کا ایک اردو الہام بھی سن لیجئے۔

(۱۰) دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

مرزا محمود نے "حقیقۃ النبوۃ" میں اس قسم کے ۳۹ الہام نقل کر کے (جن میں سے دس ناظرین نے یہاں ملاحظہ فرمائے) لکھا ہے کہ۔

"اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس قدر الہامات کی موجودگی میں ہم حضرت مسیح موعود کو غیر نبی قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ تو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بیسیوں اور سینکڑوں دفعہ آپ کو نبی کے نام سے یاد فرماتا ہے اور ہم سب جگہ یہ تاویل کر لیں کہ ان سب الہامات سے مراد اسی قدر ہے کہ آپ نبی نہیں مگر نبیوں کی کوئی صفت آپ میں پائی جاتی ہے۔ کیا اس کی نظیر دنیا میں کسی اور انسان میں بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بار بار نبی کہہ کر پکارتا ہے لیکن درحقیقت وہ نبی نہیں ہوتا۔"

"کیا سب نبیوں کو ہم اس لیے نبی نہیں مانتے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو نبی کہا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ وہی خدا جس نے موسیٰ سے کہا تو نبی ہے تو وہ نبی ہو گیا اور عیسیٰ سے کہا کہ تو نبی ہے تو وہ نبی ہو گیا۔ لیکن آج مسیح موعود سے کہتا ہے کہ تو نبی ہے تو وہ نبی نہیں ہوتا۔ اگر نبی بنانے کے لیے کوئی اور لفظ ہوتے ہیں تو انھیں ہمارے سامنے پیش کرو جن سے ہمیں معلوم ہو سکے کہ پہلے نبیوں کو تو اس طرح نبی کہا جاتا تھا تب وہ نبی ہوتے تھے اور مسیح موعود کو اس کے خلاف کسی اور طرح نبی کہا گیا ہے پس وہ نبی نہیں ہوئے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی یقینی وحی کی موجودگی میں کوئی شخص مسیح موعود کی نبوت کا انکار کر سکتا ہے اور جو شخص انکار کرتا ہے اسے ضرور پہلے نبیوں کا بھی انکار کرنا پڑے گا کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح کی نبوت جن دلائل اور جن الفاظ سے ثابت ہوتی ہے ان سے بڑھ کر دلائل اور صاف الفاظ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق

موجود ہیں ان کے ہوتے ہوئے اگر مسیح موعود نبی نہیں تو دنیا میں
آج تک کبھی کوئی نبی ہوا ہی نہیں۔" (حقیقۃ النبوۃ ص۲۰۱،۲۰۲)

جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مرزا غلام احمد کی عبارتوں میں بھی کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور محمد علی لاہوری ایم اے وغیرہ نے ان عبارات میں اب تک جو تاویلیں کی ہیں ہمارے نزدیک تو وہ صرف اس بات کے دلائل ہیں کہ ایک اچھا خاصا پڑھا لکھا آدمی بھی جب کسی غلط اور صریحاً غلط بات کو ماننے کی ہی ٹھان لے اور اللہ کی توفیق نصیب نہ ہو تو پھر علم اور عقل کی کوئی روشنی اسے اس غلطی سے نہیں بچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے خواجہ کمال الدین اور محمد علی ایم اے جیسوں کی شکل میں ہمیں یہ نمونے دکھائے تاکہ سمجھنے والے سمجھیں کہ سعادت اور ہدایت کسی کو بلا اللہ کی توفیق کے نہیں ملتی۔

بہرحال ہم تو پوری دیانت اور بصیرت سے یہ سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے دعوائے نبوت میں کسی تاویل و توجیہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن اگر کسی ایسے صاحب کو جنھوں نے قادیانی لٹریچر کا زیادہ مطالعہ نہیں کیا ہے، لاہوری پارٹی کی تاویلوں کی وجہ سے یا خود مرزا غلام احمد کی بعض دوسری دجل آفریں تلبیسی عبارات کی وجہ سے اشتباہ اور تردد ہو تو ہمارے نزدیک اس کا امکان اور اس کی گنجائش ہے لیکن سوال یہ ہے کہ مرزا محمود اور اُن کی پارٹی جن کو نبوت کے مسئلہ پر اصرار رہے اور جو صاف کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو انھیں معنوں میں نبی مانتے ہیں جن معنوں میں پہلے نبیوں کو قرآن و حدیث میں نبی کہا گیا ہے اور جو اپنے اس عقیدے پر دلیلیں پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں سے اس موضوع پر مناظرے کرتے ہیں۔ آخر ان کے بارہ میں

اشتباہ یا تمدد کی کیا گنجائش ہے۔

اگرچہ اہل انصاف اور طالبانِ حق کے لیے مرزا محمود کی مندرجہ بالا عبارت ہی کافی ہے، لیکن اسی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" کی چند عبارتیں اور بھی پڑھ لیجئے۔

(۱) "آپ (یعنی مرزا صاحب) نبی ہیں اور خدا نے اور اس کے رسول نے ان ہی الفاظ میں آپ کو نبی کہا ہے جن میں قرآن کریم اور احادیث میں پچھلے نبیوں کو نبی کہا گیا ہے۔" (ص۴۰)

(۲) "پس اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح موعود قرآن کریم کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں اور لغت کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں۔" ص۱۷۱

(۳) "پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس معنی کر حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں، بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ ص۱۷۴

(۴) "بلحاظ نبوت ہم کبھی مرزا صاحب کو پہلے نبیوں کے مطابق مانتے ہیں۔" ص۲۹۲

لاہوری پارٹی مرزا غلام احمد کی ایسی جن عبارتوں کو پیش کرتی ہے جن میں انھوں نے دعوائے نبوت سے کبھی انکار کیا ہے یا اپنی نبوت کو جزئی اور ناقص اور نبوتِ محدثیت بتلایا ہے ان کے متعلق مرزا محمود نے طویل بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء تک مرزا صاحب کا یہ خیال تھا کہ میری نبوت جزئی اور ناقص نبوت ہے اور اس کا مطلب گویا محدثیت ہے۔ لیکن سنہ ۱۹۰۱ء میں خدا کی وحی نے ان کو اس طرف متوجہ کیا کہ ان کی نبوت جزئی نہیں ہے بلکہ ان کی نبوت وہی نبوت ہے جو اگلے نبیوں کی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد سے عقیدہ بدل گیا پھر آپ نے اپنی نبوت کو جزئی یا ناقص نہیں کہا۔ یہ پوری بحث بہت طویل ہے اور فضول تکرار سے بھری

ہوئی ہے سب کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں، چند فقرے جن میں اصل بات آگئی ہے یہ ہیں:-

(۵) "...... جن کتب میں آپ نے اپنے نبی ہونے سے صریح الفاظ میں انکار کیا ہے اور اپنی نبوت کو جزئی اور ناقص اور محدثوں کی نبوت قرار دیا ہے وہ سب کی سب بلا استثناء سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب ہیں اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب میں سے ایک کتاب میں کبھی اپنی نبوت کو جزئی قرار نہیں دیا اور نہ ناقص اور نہ نبوتِ محدثیت۔" (ص ۱۲۰)

(۶) "سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور اُن سے حجت پکڑنی غلط ہے۔" (ص ۱۲۱)

(۷) "پہلے کبھی (یعنی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کبھی) نبی کے نام سے آپ کو پکارا جاتا تھا لیکن آپ اس کی تاویل کرتے رہتے تھے لیکن جب بار بار الہامات میں آپ کو اللہ تعالےٰ نے نبی و رسول کے نام سے پکارا تو آپ کو معلوم ہوا کہ آپ واقعہ میں نبی ہی ہیں غیر نبی نہیں جیسا کہ پہلے سمجھتے تھے اور نبی کا لفظ جو آپ کے الہامات میں آتا ہے، صریح ہے قابلِ تاویل نہیں۔" (ص ۱۲۴)

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ مرزا محمود نے "حقیقۃ النبوۃ" میں لاہوریوں پر حجت قائم کرنے کے لیے قریباً پچاس صفحہ پر اپنے باپ کی نبوت کی دلیلیں دی ہیں۔ یہ کل ۲۰ دلیلیں ہیں ناظرین ذرا اس سلسلہ کی بھی سیر کر لیں۔

(۸) اول دلیل حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر یہ ہے کہ جس طرح

خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کو نبی کہہ کر پکارا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو بھی قرآن کریم میں رسول کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک تو آیت مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ....[۱] سے ثابت ہے کہ آنے والے مسیح کا نام اللہ تعالیٰ رسول رکھتا ہے.....

پس جس کا نام قرآن کریم رسول رکھتا ہے اس کے نبی اور رسول ہونے میں کیا شک کیا جا سکتا ہے جبکہ ہم پہلے سب نبیوں کو اسی بنا پر مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا نام نبی رکھا ہے تو مسیح موعود کے رسول نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں جو دلیل پہلوں کے نبی ہونے کی ہے وہی حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے کی ہے اگر حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نبی و رسول تھے تو مسیح موعود بھی نبی تھے اور اگر حضرت مسیح موعود نبی نہ تھے تو پہلے بزرگ بھی نبی نہ تھے۔ دونوں کی نبوت پر ایک ہی کتاب شاہد ہے" ص۱۸۱

(۹) دوسری دلیل حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر یہ ہے کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کے نام سے یاد فرمایا ہے اور نواس بن سمعان کی حدیث میں نبی اللہ کہہ کے آپ کو پکارا گیا ہے[۲] پس

---

[۱] قادیانیوں کے نزدیک اس آیت میں مرزا غلام احمد کی نبوت اور بعثت کی بشارت دی گئی ہے۔ خود مرزا غلام احمد نے بھی یہی کہا ہے۔ [۲] اس حدیث میں حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی کہا گیا ہے اور آخر زمانہ میں اُن کے نزول کی خبر دی گئی ہے۔ مرزا غلام احمد اپنے کو اس کا مصداق کہتا ہے اور اُس کی امت اس روایت کے لفظ نبی اللہ سے اس کی نبوت ثابت کرتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں اس امر کے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں ...... جسے خدا تعالےٰ قرآن کریم میں رسول کہتا ہے اور ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ میں اس کی نسبت پیشین گوئی کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نبی ہونے کی شہادت دیتے ہیں اس کی نبوت کا انکار کرنا کسی مومن کے لیے جائز نہیں ہو سکتا۔" (ص ۱۹۰،۱۸۹)

(۱۰) تیسری شہادت۔ مسیح موعود کے نبی ہونے پر انبیاء گزشتہ کی شہادت ہے سب سے پرانی شہادت تو زرتشت نبی کی ہے جو ایران کا ایک نبی ہے ...... دوسری شہادت کرشن نبی کی ہے ...... تیسری شہادت دانیال نبی کی ہے ...... پھر کتاب طالمود میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا ہے۔"

"اب میں تمام صداقت پسندوں سے جن کا دعویٰ ہے کہ وہ حق کو قبول کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں، پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بات عقل سلیم تسلیم کر سکتی ہے کہ ایک شخص جو غیر نبی ہے اس کی نسبت ہزاروں سال پہلے سے انبیاء خبر دیتے رہے تھے ...... کیا ان سب نبیوں کی شہادتوں کے باوجود جو انھوں نے ہزاروں سال پہلے دی تھیں۔ ہم مسیح موعود کو غیر نبی تسلیم کر سکتے ہیں اور ان تمام پیشین گوئیوں میں جہاں جہاں اُسے نبی کرکے یاد کیا گیا ہے ان سب مقامات کی یہ تاویل کر سکتے ہیں کہ نبی سے مراد نبی نہیں بلکہ کسی مشابہت کی وجہ سے نبی

کہدیا گیا ہے، آخر تاویل کی بھی کوئی حد ہوتی ہے...... میں یقیناً کہہ سکتا ہوں
کہ جو کوئی شخص متقی بالطبع ہو کر اس بات پر غور کرے گا تو اُسے اس خیال
کی لغویت خود ہی معلوم ہو جائے گی اور روز روشن کی طرح اس پر ظاہر
ہو جائے گا کہ مسیح موعود ضرور نبی ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص
کا نام قرآن کریم نبی رکھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی رکھیں، کرشن نبی
رکھے، زرتشت نبی رکھے، دانیال نبی رکھے اور ہزاروں سالوں سے اس کے
آنے کی خبریں دی جا رہی ہوں لیکن باوجود ان سب شہادتوں کے وہ پھر
بھی غیر نبی کا غیر نبی ہی رہے اور سب پچھلے نبیوں کی بات، قرآن کریم
کی شہادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تاویل کر لی جائے
اگر تاویل ہی کرنی ہے تو کیوں اپنے خیالات اور گمانوں کی تاویل نہ
کی جائے اور کیوں بلا سبب اس قدر شہادتوں کو ان کی حقیقت سے
پھیر دیا جائے اور اس قدر زبردست ثبوتوں سے منہ پھیر لیا جائے۔

(حقیقۃ النبوۃ ص۱۹۷-۹۸-۹۹)

اور پھر بات صرف کتابوں اور عبارتوں ہی کی نہیں، قادیانی مناظرین خاص
اس موضوع پر مناظرے کرتے ہیں۔ "اجرائے نبوت" ان کے مناظروں اور مقرروں
کی تقریروں کا عنوان ہوتا ہے اور جنھوں نے ان قادیانی مناظرین اور مقررین
کی اس موضوع پر تقریریں سنی ہیں وہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
نبوت کے ختم نہ ہونے پر اور آپ کے بعد بھی نبوت کے جاری رہنے پر یہ لوگ زبان
اور دماغ کا کتنا زور صرف کرتے ہیں اور ختم نبوت سے متعلق آیات و احادیث

میں کیسی کیسی تحریفیں کرتے ہیں اور مرزا غلام احمد کے نبی ثابت کرنے پر کتنے زور لگاتے ہیں۔

بہر حال "وفات مسیح" کی طرح "اجرا نبوت" قادیانی علم کلام کا خاص مسئلہ ہے اور مرزا قادیانی کی نبوت ہی کی بنیاد پر قادیانی امت اُن کے نہ ماننے والے اور ان کی تکذیب کرنے والے سارے مسلمانوں کو کافر کہتی ہے۔

مرزا کو نہ ماننے والے مسلمانوں کی تکفیر

قادیانیوں کے ان ہی دوسرے خلیفہ وامام مرزا محمود ہی نے "حقیقۃ النبوۃ" کی تصنیف سے بھی چار سال پہلے یعنی ۱۹۱۱ء میں "تشحیذ الاذہان" میں بغیر کسی لاگ لپیٹ کے پوری صراحت اور صفائی کے ساتھ اس کا اعلان کیا تھا اور خود مرزا غلام احمد کی عبارتوں کے حوالے دے کر ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب کو نہ ماننے والے اس زمانے کے مسلمان بالکل اسی طرح کافر ہیں جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے والے یہود و نصاریٰ کافر ہیں ——— تشحیذ الاذہان کے اس مضمون میں مرزا محمود نے اس دعوے کے ثبوت میں پہلے اپنے والد مرزا غلام احمد کے ایک خط سے (جو انھوں نے ڈاکٹر عبدالحکیم[1] کو لکھا تھا) ایک عبارت نقل کی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے:-

"خدا نے مجھے ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے"

---

[1] ڈاکٹر صاحب ایک تاریخی شخصیت کے مالک ہیں۔ شروع میں وہ مرزا غلام احمد کے جال میں پھنس کر ان کے مرید ہو گئے لیکن بعد میں سخت مخالف و منکر ہوئے۔

خط کی یہ عبارت نقل کر کے مرزا محمود کہتے ہیں :-

"اس عبارت سے مفصلہ ذیل باتیں نکلتی ہیں اول تو یہ کہ حضرت صاحب کو اس بات کا الہام ہوا ہے کہ جس کو آپ کی دعوت پہنچی اور اس نے آپ کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں دوسرے یہ کہ اس کے نیچے نہ ہی لوگ نہیں ہیں کہ جنھوں نے تکفیر میں اجرا و جہد کی بلکہ ہر ایک شخص جس نے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں" (تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۱۲۵)

نیز اسی تشحیذ الاذہان میں اسی سلسلہ میں صاف صاف لفظوں میں لکھا ہے :-

جب تبت اور سوئٹزر لینڈ کے باشندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے پر کافر ہیں تو ہندوستان کے باشندے مسیح موعود کے نہ ماننے کیونکر مومن ٹھیر سکتے ہیں۔ جب حضرت کی مخالفت کے باوجود انسان مسلمان کا مسلمان رہتا ہے تو پھر آپ کی بعثت کا فائدہ ہی کیا ہوا۔ (ص ۱۳۲)

اور اسی بنیاد پر مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنا اور اُن کی نماز جنازہ میں شریک ہونا اور اپنی لڑکیوں کا ان سے نکاح کرنا وہ بالکل اسی طرح ناجائز سمجھتے ہیں جس طرح کہ دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ یہ معاملات کرنا ناجائز ہے ـــــ یہ اُن کے یہاں کے عام مشہور مسائل ہیں اور اسی پر قادیانی امت کا عمل ہے۔

الغرض قادیانیوں (یا ربوہ پارٹی) کا مسئلہ بالکل صاف اور واضح ہے۔ اور ان کی یہ بات قابل تعریف ہے کہ انھوں نے اپنے مسلک کے بیان میں نفاق سے کام نہیں لیا اور اپنے کو اتنا کھول کر پیش کر دیا کہ کسی کے لیے بھی ان کے بارے میں اشتباہ کی گنجائش نہیں رہی۔

ان سب چیزوں کے سامنے آنے کے بعد قادیانی امّت کو مسلمان قرار دینے کی صرف یہی صورت ہے کہ اسلام میں نئے نبیوں کے آنے اور ان پر ایمان لانے کی گنجائش سمجھی جائے اور ظاہر ہے کہ کوئی ایمان والا ہرگز اس کافرانہ گمراہی کو اپنے لیے پسند نہیں کرسکتا۔

ختم نبوت کے عقیدے کا ایک خاص پہلو

اصل بحث یہاں ختم ہوچکی، لیکن ختم نبوت کے عقیدے میں اس امت کے ساتھ خدا کی خصوصی عنایت و رحمت کا ایک ایسا پہلو بھی ہے کہ علاوہ ایک حکم خداوندی ہونے کے اس پہلو سے بھی مسلمانوں کو اس عقیدہ کی خاص قدر اور عظمت ہونی چاہیئے۔ نبوت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ نئے نبیوں کا آنا امتوں کے لیے کتنا بڑا اور کتنا سخت امتحان ہوتا ہے اور پہلے پیغمبروں کے ماننے والے کتنے لوگ ہوتے ہیں جو نئے نبی پر ایمان لاتے ہیں ـــــ صرف سب سے آخری دو رسولوں ہی کو دیکھ لیجئے، عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے اور احیاء موتی جیسے معجزے لے کر تشریف لائے، تو یہودیوں میں سے کتنے اُن پر ایمان لائے اور کتنے انکار کر کے لعنتی اور جہنمی بنے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور کیسی آیات بینات (کھلی ہوئی نشانیوں) کے ساتھ تشریف لائے، تو یہود و نصاریٰ میں سے یعنی اگلے پیغمبروں اور اگلی کتابوں کے ماننے والوں میں سے کتنے آپ پر ایمان لائے اور کتنے انکار اور کفر کر کے دنیا میں اللہ کی لعنت کے اور آخرت میں ابدی عذاب نار کے مستحق ہوئے ـــ پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر یہ رحمت فرمائی

کہ اس امت کو اس سخت امتحان سے محفوظ فرما دیا۔ اگر بالفرض نبوت جاری رہتی اور
آپ کے بعد کوئی نبی آتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوئی ہے یعنی حضورؐ
کی اُمت کے بہت تھوڑے لوگ اس کو مانتے اور زیادہ تر انکار کر کے (معاذ اللہ)
کافر اور لعنتی ہو جاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امت کو
ہمیشہ کے لیے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے محفوظ فرما دیا اور امت کو مطمئن فرما دیا
کہ تمہاری اور ساری دنیا کی نجات کے لیے بس یہ کافی ہے کہ ہمارے اس رسول (محمد صلی اللہ
علیہ وسلم) پر ایمان ہو اور ان کی ہدایت کا اتباع ہو ـــــ الغرض "ختم نبوت"
صرف ایک دینی مسئلہ اور عقیدہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کا عنوان
ہے کہ اب سارے انسانوں کے لیے نجات کی آخری شرط بس ہمارے اس رسول
(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا اور ان کی ہدایت کا اتباع کرنا ہے اس لیے
اب قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو مطمئن اور یکسو ہو کر بس ان کا اتباع
کرنا چاہیے۔ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے سلسلہ میں یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔

پس اب جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی نئی نبوت کی گنجائش
نکالتا ہے وہ اللہ کے اس فیصلے اور اس کے قائم کیے ہوئے اس سارے دینی
نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے ذرا اس کے دور رس نتائج پر غور کیجیے یہ دوسری
قسم کی اعتقادی گمراہیوں سے بہت مختلف قسم کی بات ہے۔ اس کا اثر پورے
نظامِ دین پر پڑتا ہے نئے نبی کی آمد پر اس پر ایمان لانا مدارِ نجات ہو جاتا ہے
وہی نبیِ وقت ہوتا ہے اور اس کے زمانہ کا کوئی شخص جو اس سے پہلے نبیوں
کی تصدیق کرے لیکن اس کو نہ مانے تو وہ کافر اور اللہ کی لعنت کا مستحق ہوگا

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی نبوت کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ نجات کی آخری شرط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا نہیں ہوگا بلکہ بعد میں آنے والے اس نبی پر ایمان لانا نجات کی آخری شرط ٹھیرے گا ——— (جیسا کہ قادیانی امت مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق صاف صاف کہتی ہے کہ ان کا انکار کرنے والے اسی طرح کافر اور لعنتی ہیں جس طرح پہلے نبیوں کے منکر لعنتی اور کافر ہوئے)۔

پس جو لوگ دین میں اتنا بڑا فساد برپا کرنا چاہیں اور قیامت تک کے لیے قائم کیے ہوئے اللہ کے اس نظام کو یوں درہم برہم کرنا چاہیں لازماً ایمان والوں کو ان کے ساتھ دوسرے تمام زنادقہ و مرتدین سے زیادہ سخت معاملہ کرنا چاہیے ——— اور اسلامی تاریخ کے جاننے والے جیسا کہ جانتے ہیں اُمّت محمدیہ نے ہر دور میں ایسا ہی کیا ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ کبھی کوئی نرمی نہیں کی گئی حضور کی حیات کے آخری دور ہی میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے مسیلمہ کذاب کے ساتھ صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جو کچھ کیا وہ اس کی سب سے زیادہ اطمینان بخش مثال ہے۔

(الفرقان ۹ اکتوبر ۷۳ء)

قایانی اور ایک دانشور طبقہ

قادیانیوں کی حمایت میں لکھے جانے والے

ایک عجیب و غریب اور پُر فریب مضمون کا

محاسبہ اور تنقیدی جائزہ

یہ مضمون

جو اگلے صفحہ سے شروع ہو رہا ہے

ماہنامہ

"الفرقان"

لکھنؤ

کے

دسمبر ۵۶ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔

قادیانی اور ایک دانشور طبقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانیوں کی لاہوری شاخ کا ایک ہفتہ وار پرچہ "روشنی" سری نگر (کشمیر) سے نکلتا ہے۔ ایک صاحب نے اس کا ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۴ء (۲ شوال ۱۳۹۴ھ) کا شمارہ لاکر دیا۔ اس میں "الجمعیۃ دہلی" کے سابق اڈیٹر معروف صحافی فارقلیط صاحب کا ایک مضمون اردو ڈائجسٹ "شبستان دہلی" کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اس مضمون کا تعلق قادیانیوں کے کفر و اسلام کے مسئلہ سے ہے ——— یہ عجیب و غریب نوعیت کا مضمون ہے۔ فارقلیط صاحب نے جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کو انھوں نے اپنا خیال اور اپنی رائے قرار نہیں دیا ہے۔ ان کا فرمانا ہے کہ مسلمانوں کے ایک "دانشور طبقے" کے یہ خیالات ہیں۔ انھوں نے اس مضمون کی اشاعت کی غرض بتاتے ہوئے تمہید میں لکھا ہے کہ

"راقم نے اس طبقہ کے خیالات کو مرتب کر لیا ہے اور انھیں اس غرض سے اشاعت کے لیے دے رہا ہے کہ علماء اہل سنت اس پر غور فرمائیں اور محققانہ انداز میں ان کا ایسا جواب دیں کہ ان کی تشکیک اور ذہنی سج روی کا ازالہ ہو جائے۔"

اس کے آگے فارقلیط صاحب نے صاف لفظوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ

"اس بارے میں راقم کے خیالات اور فیصلہ کو محفوظ سمجھنا چاہیئے"

اس صراحت و وضاحت کے بعد اس کی گنجائش نہیں ہے کہ مضمون میں ظاہر کیے گئے خیالات کو فارقلیط صاحب کے خیالات سمجھا جائے — لیکن بہت سے سوچنے والوں کے ذہنوں میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ ان خیالات سے اگر ان کو اتفاق نہیں ہے تو ان میں وہ کون سی ایسی بات ہے جس کا بہت اچھا اور تشفی بخش جواب وہ خود نہیں دے سکتے تھے۔ طویل مدت سے جو تھوڑی بہت شناسائی فارقلیط صاحب سے رہی ہے اور اُن کے فہم و فکر کے بارے میں جو اندازہ ہے اُس کی بنا پر اس عاجز کا حُسنِ ظن تو یہی ہے کہ وہ خود ان خیالات کا جن میں کوئی معقولیت نہیں ہے بہت اچھا محاسبہ کر سکتے تھے اور اپنے ناظرین کو بتلا سکتے تھے کہ ان "دانشوروں" نے جو کچھ کہا یا لکھا ہے وہ عوام فریب مغالطوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، لیکن جب انھوں نے یہ نہیں کیا تو دوسروں ہی کو یہ فرض انجام دینا پڑے گا۔ واللہ ولی التوفیق۔

جیسا کہ عرض کیا گیا فارقلیط صاحب کے اس مضمون کا موضوع قادیانیوں کے کفر و اسلام کا مسئلہ ہے اور اس میں قادیانیوں کو مسلمان اور علماء کی طرف سے ان کی تکفیر کے فتوے اور فیصلہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے لیے عجیب و غریب دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

سب سے پہلی دلیل، شاید مضبوط ترین دلیل سمجھ کر پہلے نمبر پر یہ حوالہ قلم کی گئی ہے۔

"خلافت کے دور میں جب یہ سوال اٹھا کہ مسلمان کس کو کہنا اور سمجھنا چاہیے یا ایک مسلمان کی تعریف کیا ہے، تو بڑی بحثوں کے بعد طے پایا کہ مسلمان وہ ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور سمجھتا ہے۔ اس بات پر اکثر علماء نے اتفاق کیا۔"

حیرت ہے کہ نار قلیط صاحب نے اپنے ان دانشوروں کی یہ بات کس طرح قابلِ نقل سمجھی، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ مسلمان ہونے کے لیے کسی عقیدہ کی ضرورت نہیں بس جو اپنے آپ کو مسلمان کہے وہ مسلمان ہے۔ عقیدہ اس کا جو بھی ہو —— کیا ہوش و حواس رکھتے ہوئے کوئی عالمِ دین ایسی جاہلانہ بات کہہ سکتا ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ابوجہل و ابولہب وغیرہ مکہ کے کفار و مشرکین اور اس دور کے یہود و نصاریٰ کو صرف یہ تھی کہ تم اپنے کو بس مسلمان کہنے لگو، عقیدہ خواہ کچھ بھی رکھو؟ کیا قرآن مجید کا مطالبہ اپنے مخاطبین سے صرف یہ ہے کہ اپنے کو مسلمان کہنے لگو پھر تم مسلم بندے اور جنتی ہو؟۔

پھر یہ کہ خلافت کی تحریک میں جو علماء دین پیش پیش تھے مثلاً حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب (نائب امیر شریعت بہار) حضرات علماء دیوبند، علماء بدایوں، ان میں سے کسی کے متعلق بھی یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ وہ کسی شخص یا طبقہ کے حقیقی اور شرعی معنی میں مسلمان ہونے کے لیے بس اپنے کو مسلمان کہنا کافی سمجھتے تھے، خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ ہمارے نزدیک تو کسی بھی عالمِ دین کے بارے میں ایسا کہنا اس پر بدترین تہمت ہے۔ اور قریب قریب ان سبھی حضرات کے ایسے فتوے اور ایسی تحریریں پیش کی جاسکتی ہیں جن میں قادیانیوں کو خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ خلافت کمیٹی یا مسلم لیگ جیسی مسلمانوں کی کوئی تنظیم اپنا ممبر بنانے کے لیے یہ اصول مقرر کرے کہ ہر وہ شخص جو اپنے کو مسلمان کہے ہماری تنظیم کا ممبر بن سکتا ہے۔ عقیدہ سے بحث کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہم اس کو مسلمان مان کر ممبر بنا لیں گے ___ فارقلیط صاحب کے مضمون میں خلافت کے دور کے جس واقعہ کا حوالہ دیا گیا ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ اسی قسم کا کوئی فیصلہ ہو ___ لیکن ظاہر ہے کہ قادیانیوں کے اسلام اور کفر کا مسئلہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ ہم وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے اس برصغیر کے تمام ہی وہ علماءِ ربانی جن کو علم دین میں رسوخ حاصل رہا ہے اور مرزا غلام احمد اور اُن کی اُمت، خاصکر قادیانی پارٹی کے عقائد و خیالات سے جن کو پوری واقفیت حاصل ہے، وہ تحریک خلافت سے پہلے بھی اس پر متفق تھے اور بعد میں بھی متفق رہے کہ یہ لوگ اپنے کو مسلمان کہنے کے باوجود اپنے کافرانہ عقائد و خیالات کی وجہ سے شریعت کی رو سے مسلمان نہیں ہیں بلکہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ اس سلسلہ میں صرف مثال کے طور پر میں چند علماءِ ربانی کے نام لکھتا ہوں، جو اب اس دنیا میں نہیں ہیں اور جن کے بارے میں کوئی ایسا شخص، جو اُن کو جانتا ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ حضرات تکفیر کے بارے میں بے احتیاط، بے بصیرت" اور ناخدا ترس تھے ___ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ندوۃ العلماء کے بانی اور حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ، حضرت مولانا محمد سجادؒ نائب امیر شریعت بہار، میرا خیال ہے کہ آخری دونوں مرحوم بزرگ وہ ہیں جن کو فارقلیط صاحب

نے بھی کافی مدت تک قریب سے دیکھا ہے اور وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ علم دین میں رسوخ اور تکفیر جیسے اہم معاملہ میں احتیاط اور خدا ترسی کے لحاظ سے ان کا کیا حال و مقام تھا۔

ان حضرات کی اب سے پچاس ساٹھ سال پہلے کی مطبوعہ تحریریں موجود ہیں جن میں مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی امّت کو خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے، اس کے بعد سے قادیانیت سے واقفیت رکھنے والے برصغیر کے تمام علماء ربانی اور اصحابِ فتویٰ کا اس مسئلہ میں اتفاق رہا ہے۔ اسی کی بنیاد پر پاکستان کے علماء نے وہاں کی حکومت سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا، حکومت نے جو فیصلہ کیا وہ فارقلیط صاحب کے ان دانشوروں کے نزدیک جیسا بھی ہو کتاب و سنت اور ماہرین کتاب و سنت کی رایوں کے بالکل مطابق ہے۔

فارقلیط صاحب نے مضمون کے آخر میں اپنے ان دانشوروں کا ایک تحریری بیان بھی ان ہی کے لفظوں میں نقل کیا ہے اس سے اسلام و کفر کے بارے میں ان لوگوں کا نقطۂ نظر اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

اس بیان میں ہندوستان کے آئین کی تحسین کرتے ہوئے اور اسلامی حکومتوں اور علماء اسلام اور مفتیان کرام کے لیے اس کو گویا قابل تقلید نمونہ بتاتے ہوئے لکھا گیا ہے :-

> ..... اگر ہمیں (ہندوستان کے آئین میں) تمام ہندو فرقوں کو ہندو قرار دے کر ہر قسم کی کشمکش کے دروازے بند کر دیے۔ آئین کی رو سے صرف سناتن دھرمی اور آریہ سماجی ہی ہندو نہیں ہیں بلکہ بدھسٹ، جینی اور سکھ بھی ہندو

میں شامل کر لیے گئے ہیں حالانکہ نہ سکھ ویدوں اور شاستروں کے قائل ہیں نہ بدھسٹ اور جینی ہندوؤں کی کسی کتاب کو مانتے ہیں) آخرالذکر دونوں طبقے (بدھسٹ اور جینی) تو خدا یا ایشور تک کے قائل نہیں مگر ہندوستان کے آئین نے ان سب کو اتحاد کی ایک لڑی میں منسلک کر دیا۔

دیکھا آپ نے! فارقلیط صاحب کے یہ "دانشور" امت محمدی، اس کی حکومتوں اور اس کے علما اور اصحاب فتویٰ کو تلقین فرماتے ہیں کہ تم مذہبی عقائد کی چھان بین کی تنگ نظری چھوڑ دو، یہ مت دیکھو کہ ایک آدمی یا ایک فرقہ خدا کو مانتا ہے یا نہیں مانتا، اس کی نازل فرمائی ہوئی کتاب قرآن کو مانتا ہے یا نہیں مانتا، تم ہندوستان کے آئین کی طرح خدا اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کے منکروں کو بھی مسلمان قرار دے کر سب کو اتحاد کی لڑی میں منسلک کر لو! یہ "دانشور" اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو ضرور آپ کو بھی مشورہ دیتے کہ عقائد کے جھگڑے بکھیڑوں کو چھوڑیے اس سے خواہ مخواہ تفریق ہوتی ہے، خدا کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں، توحید پر عقیدہ رکھنے والوں اور مشرکوں، بت پرستوں کو، اللہ کے رسول اور اس کی کتاب، قرآن اور قیامت و آخرت پر ایمان رکھنے والوں اور ان سب کے منکروں کو ایک ملت اور ایک امت مان لیجئے۔ یقین ہے کہ ابو جہل اور ابو لہب بھی بڑی خوشی سے اس کو قبول کر لیتے ــــ اسی طرح اگر یہ "دانشور" حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں ہوتے تو مسیلمہ کذاب کی جماعت اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف اُن کے فیصلۂ جہاد کو یقیناً غلط قرار دیتے، اُن پر اُمت مسلمہ میں تفریق کا جرم عائد کرتے۔

تاریخ اور سیر پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ دونوں گروہ اپنے کو مسلمان کہتے تھے، مسلمانوں کا کلمہ بھی پڑھتے تھے۔

حیرت ہے کہ فارقلیط صاحب نے ایسی بے تکی اور بے دانشی کی باتیں کرنے والوں کو "دانشور" کا معزز لقب دینا کیوں مناسب سمجھا۔

علماء اسلام کی طرف سے قادیانیوں کی تکفیر کے غلط ہونے کے ثبوت میں دوسری دلیل یا دوسری بات اس مضمون میں ان "دانشوروں" کی طرف سے یہ پیش کی گئی ہے کہ

"مجدد بریلوی (مولوی احمد رضا خاں صاحب) نے کسی مسلمان کو کافر کافر بنائے بغیر نہیں چھوڑا۔"

یہ وہ بات ہے جو قادیانیوں کی تکفیر کے فتوے کو ناقابل اعتبار قرار دینے کے لیے اس سے پہلے بھی کہی جاتی رہی ہے اور خاص کر مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے اہل قلم نے اپنی تحریروں میں اس کو بار بار اور انتہا کے پورے زور کے ساتھ دہرایا ہے ——— لیکن غور کیا جائے اس دلیل کا منطقی حاصل کیا ہے؟ یہی ناکہ چونکہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے متعلق معلوم اور ثابت ہو چکا ہے کہ انھوں نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور اکابر علماء دیوبند اور علماء ندوۃ العلماء اور پھر تحریک خلافت کی شرکت کے جرم میں علماء فرنگی محل اور علماء بدایوں وغیرہ کی بھی تکفیر بالکل غلط بنیادوں پر کی تھی اور اس سلسلہ کے ان کے فتوے غلط اور ناقابل اعتبار ہیں، لہٰذا اب تکفیر کے ہر فتوے اور فیصلہ کو (اگرچہ وہ مسلمہ طور پر محتاط اور خدا ترس اور محقق علماء ربانی کی طرف سے ہو) ناقابل اعتبار ہی قرار دیا جائے گا ——— ناظرین کرام

سوچیں کہ یہ بات کس قدر بے تکی اور انصاف ومعقولیت سے کتنی دور ہے ——

سب جانتے ہیں کہ پولیس والے جو چوروں اور ڈاکوؤں کے چالان کرتے ہیں ان میں بعض چالان دانستہ یا نادانستہ غلط بھی ہوتے ہیں تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا اور یہ اصول بنا لینا صحیح ہوگا کہ کسی جگہ کی بھی پولیس چوروں اور ڈاکوؤں وغیرہ مجرموں کے جو چالان کرے تو ان چالانوں کو غلط ہی مانا جائے گا اور سب چوروں اور ڈاکوؤں کو بری قرار دیا جائے گا۔ مالکم کیف تحکمون!

اس سلسلہ میں ان دانشوروں نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب "تحذیر الناس" کا ایک فقرہ بھی نقل کیا ہے جس کو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا مرحوم کی تکفیر کی بنیاد بنایا ہے، لیکن چونکہ مضمون سے یہ بات ظاہر ہے کہ فارقلیط صاحب اور ان کے یہ "دانشور" بھی یقین رکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی یہ حرکت غلط ہے اور اس فقرہ کا مطلب وہ نہیں ہے جو خاں صاحب موصوف نے نکالا ہے اس لیے اس فقرہ کی تشریح اور وضاحت کی یہاں ہم ضرورت نہیں سمجھتے تاکہ ہمارا یہ مضمون خواہ مخواہ طویل نہ ہو۔ اگر بالفرض ناظرین میں سے کسی صاحب کو "تحذیر الناس" کے اس فقرہ کے بارے میں کوئی خلجان ہو تو وہ راقم سطور کا رسالہ "معرکۃ القلم" کا مطالعہ فرما کر اپنے اس خلجان کو دور کر سکتے ہیں۔

قادیانیوں کی تکفیر ہی کے سلسلہ میں ایک بات اس مضمون میں یہ بھی کہی گئی ہے کہ

ایک بنیادی اصول جس پر سب کا اتفاق ہے یہ ہے کہ اگر قائل کے قول

میں الجھن ہو تو اس کے قول کا مطلب اسی سے دریافت کیا جائے۔ اگر وہ اپنے قول کی ایسی تشریح کر دے جس میں کسی کو اختلاف نہ ہو تو معاملہ ختم کر دیا جائے۔

یہ بات اصولاً بالکل صحیح ہے لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے جن اقوال اور خاص کر قادیانی پارٹی کی جن تصریحات کی بنا پر علماء اسلام نے ان کو خارج از اسلام قرار دیا ہے اُن میں کوئی الجھن نہیں ہے، وہ بالکل واضح ہیں، اور مرزا صاحب کے خلیفہ اور فرزند مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی تصانیف "حقیقت النبوۃ"۔۔۔ "تشحیذ الاذہان" اور "انوارِ خلافت" وغیرہ میں مرزا صاحب کی نبوت و رسالت اور ان کو نہ ماننے والے مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں جو وضاحت کی ہے اور مرزا صاحب کا اور اپنا اور اپنی جماعت کا جو عقیدہ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ لکھا ہے، اس کے بعد کسی الجھن اور کسی استفسار کا سوال ہی نہیں رہتا۔

راقم سطور کا ایک مضمون الفرقان کی اکتوبر کی اشاعت میں "قادیانی مسلمان کیوں نہیں؟" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں مرزا غلام احمد اور مرزا محمود صاحب کی جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں، ناظرین اور یہ "دانشور" حضرات اُن کو دیکھیں، وہ بالکل صاف اور واضح ہیں، اُن میں کوئی بھی الجھن نہیں،

قادیانیوں کے کفر و اسلام کے مسئلہ پر جو صاحب بھی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیں ان سے مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ راقم کے اس مضمون کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ (یہ مضمون اب اس مجموعہ میں شامل ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳ تا ۳۰۔ ناشر)

قادیانیوں کی تکفیر ہی سے متعلق ایک آخری بات زیر بحث مضمون میں یہ

کہی گئی ہے کہ وہ "اہل قبلہ" ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں امام غزالیؒ کی کتاب "التفرقہ" کی ایک عبارت بھی نقل کی گئی ہے۔ ہم وہ عبارت اور اس کا ترجمہ اس مضمون ہی سے نقل کرتے ہیں۔

اما الوصیۃ فان تکف لسانک	میری وصیت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو
عن اھل القبلۃ ما املنک مادا	اہل قبلہ کی تکفیر سے زبان بند رکھو جب
مواقاً بین لا الٰہ الا اللّٰہ	تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
محمد رسول اللّٰہ غیر مناقضین	کے قائل ہوں بشرطیکہ وہ اس کلمہ کی
لھا والمناقضۃ تجویزھم	مخالفت نہ کریں اور مخالفت کا مطلب
الکذب علی رسول اللّٰہ	یہ ہے کہ وہ کسی عذر یا بغیر عذر کے محمد
صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعذر أو	صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائیں، کیونکہ
بغیر عذر فان التکفیر فیہ	ایسے لوگوں کی تکفیر خطرہ سے خالی،
خطر والسکوت لاخطر فیہ	نہیں، اگر سکوت اختیار کر لیا جائے
التفرقۃ بین الاسلام	تو پھر کوئی خطرہ نہیں۔
والزندقۃ ص۵۶	(التفرقہ بین الاسلام والزندقہ ص۵۶)

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر میں احتیاط اور کفِ لسان کی۔ جو وصیت اور ہدایت امام غزالیؒ نے "التفرقہ" کی اس عبارت میں فرمائی ہے یہی ہدایت ان سے بہت پہلے ان سے بڑے ائمہ حضرت امام ابو حنیفہؒ جیسے حضرات نے بھی فرمائی ہے۔ "شرح فقہ اکبر" میں منتقیٰ کے حوالہ سے علامہ علی قاری نے نقل کیا ہے۔

عن ابی حنیفة لا نکفر احداً من اھل القبلة وعلیه اکثر الفقهاء (ص۱۸۷)	امام ابوحنیفہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کرتے اور یہی مسلک اکثر فقہاء کا ہے۔

اور اسی "شرح فقہ اکبر" میں "شرح مواقف" کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔

إن جمهور المتکلمین والفقهاء علی انه لا یکفر احد من اھل القبلة (ص۱۸۶)	جمہور متکلمین اور فقہا کا مسلک یہ ہے کہ اہل قبلہ میں کسی کی بھی تکفیر نہ کی جائے۔

کاش یہ لوگ جو قادیانیوں کی تکفیر کے مسئلہ میں ائمہ اور مصنفین کی ایسی عبارتوں کی بنیاد پر اہل قبلہ کی بحث چھیڑتے ہیں، اس پر غور کرتے، کہ ان عبارتوں میں "اہل قبلہ" سے کیا مراد ہے؟ —— ظاہر ہے کہ لغوی اور لفظی معنی کے لحاظ سے تو ہر وہ شخص اہل قبلہ ہے جو مکہ مکرمہ میں واقع کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتا ہو۔ تو اگر اس لفظ کا یہی مطلب ہو تو ابوجہل وغیرہ سارے مشرکین عرب اہل قبلہ تھے۔ عربوں کی تاریخ اور ان کے حالات سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ سارے مشرکین عرب کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتے تھے۔ اور اسی بنا پر اس کی تقدیس کے قائل تھے، اس کا طواف کرتے تھے، اپنے طریقہ پر حج اور عمرہ بھی کرتے تھے تو اگر اہل قبلہ کا مطلب یہی ہو تو پھر تو ابوجہل، ابولہب وغیرہ مشرکین عرب کو بھی کافر ماننے کی گنجائش نہ ہوگی۔

دراصل "اہل قبلہ" ایک خاص دینی اور علمی اصطلاح ہے، عقائد اور فقہ کی کتابوں

میں تکفیر کی بحث میں یہ لفظ (اہل قبلہ) عام طور سے استعمال ہوتا ہے اور ان ہی کتابوں میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو توحید و رسالت قیامت وغیرہ ایمانیات پر یقین رکھتے ہوں اور کسی ایسی دینی حقیقت کے منکر نہ ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی قطعی اور یقینی طریقہ پر ثابت ہو جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو (علماء اور مصنفین کی اصطلاح میں ایسی چیزوں کو ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے) پس اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا بھی منکر ہے مثلاً قرآن پاک کے کتاب اللہ ہونے کا، یا قیامت اور حشر ونشر کا یا پانچ وقت کی نماز کی فرضیت کا، یا ایسی کسی بھی دینی بات کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔

وہی "شرح فقہ اکبر" جس کے حوالہ سے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کی ہدایتیں اوپر نقل کی گئی ہیں، اسی میں، اسی مقام پر اہل قبلہ کی مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے۔

اعلم ان المراد باھل القبلۃ	اور تمہیں یہ بات جان لینی چاہیے کہ
الذین اتفقوا علی ماھو من	اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو تمام
ضروریات الدین کحدوث	ضروریات دین سے متفق ہوں جیسے
العالم وحشر الاجساد وعلم	عالم کائنات کا حادث ہونا اور قیامت
اللہ تعالیٰ بالکلیات والجزئیات	میں جسمانی حشر ہونا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ
وما اشبہ ذلک من المسائل	کو کلیات وجزئیات سب کا علم ہے
المھمات فمن واظب طول	اور ان جیسے تمام اہم مسئلے جو ضروریات

عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفي الحشر او نفي علمه سبحانه بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة (شرح فقه اکبر ص۱۸۹)

زندگی میں شامل ہیں) پس جو شخص ساری عمر نیکیوں اور عبادتوں میں مشغول رہے اور اسی کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ عالم حادث نہیں قدیم ہے یا یہ کہ حشر جسمانی نہیں ہوگا یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا۔

اس عبارت سے یہ بات صاف ہو گئی کہ جو شخص کسی ایسی بات کا انکار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے قطعی یقینی طریقہ سے ثابت ہو جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہ ہو۔ وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے، اس کو کافر مرتد قرار دیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ جو ائمہ اور مصنفین یہ کہتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے، وہ سب یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قیامت اور آخرت کا منکر ہو یا قرآن کے کتاب اللہ ہونے سے انکار کرے یا نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہو یا اللہ پاک کی شان میں یا کسی نبی کی شان میں صریح گستاخی اور بدزبانی کرے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، چاہے وہ اپنے مسلمان کہتا ہو اور کعبہ کو قبلہ مانتا ہو۔ عقائد اور فقہ کی تمام کتابوں میں یہ تصریحات دیکھی جا سکتی ہیں۔

خود امام غزالیؒ نے جن کی کتاب "التفرقہ" سے فارقلیط صاحب کے مضمون میں وہ عبارت نقل کی گئی ہے جو اوپر درج کی گئی (جس میں امام ممدوح نے اہل قبلہ کی تکفیر

سے کفِ لسان کی وصیت فرمائی ہے، اپنی اسی کتاب التفرقہ میں اسی مسئلہ تکفیر پر بحث کرتے ہوئے وصیت والی مندرجہ بالا عبارت سے پہلے اور بعد میں واضح طور پر لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی بات کا انکار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اگر چہ اس کا انکار، تاویل کے ساتھ ہو ـــــ؛ اسی بنیاد پر وہ مسلمانوں میں سے ان فلاسفہ کو کافر قرار دیتے ہیں جو اس کے قائل تھے کہ قیامت میں حشر جسموں کے ساتھ نہیں ہوگا بلکہ معاملہ صرف روحانی ہوگا اور آخرت میں عذاب اس دنیا کی تکلیفوں کی طرح نہیں ہوگا ـــــ اس سلسلہ میں امام غزالیؒ کی اسی کتاب "التفرقہ" ہی کی چند عبارتیں فارقلیط صاحب اور ان کے "دانشوروں" کی خدمت میں پیش ہیں۔

امام غزالیؒ نے التفرقہ میں تاویل کی بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ بعض تاویلیں ایسی ہوتی ہیں جن کی بنا پر تاویل کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی بلکہ اس کو خاطی یا بدعتی قرار دیا جائے گا اور بعض تاویلیں ایسی ہوتی ہیں جو موجب کفر ہوتی ہیں اور جو لوگ اس طرح کی تاویلیں کریں گے ان کو کافر قرار دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

واما ما یتعلق من ھذا الجنس	اور ان تاویلوں میں سے جن کا تعلق اہم
باصول العقائد المھمۃ	بنیادی عقائد سے ہو تو ایسے لوگوں کی
فیجب تکفیر من یغیر الظاھر	تکفیر واجب ہوگی جو کسی قطعی دلیل کے
بغیر برھان قاطع کالذی	بغیر نصوص کے ظاہری معنی میں تاویل کے
ینکر حشر الاجساد وینکر	ذریعہ تبدیلی کریں جیسے کہ وہ لوگ جو
العقوبات الحسیۃ فی الآخرۃ	کسی قطعی دلیل کے بغیر محض اپنے اوہام

يظنون واوهام واستبعا
دات من غير برهان قاطع
فيجب تكفيره قطعا ....
.... وهو مذهب اكثر
الفلاسفة۔
("التفرقة" ص۵۳)

اور خیالات اور استبعادات کی بنا پر
(قیامت میں) حشر اجساد (جسمانی حشر کا)
اور (آخرت میں) حسی عقوبتوں کا انکار
کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی تکفیر واجب ہے
اور یہ بات قطعی اور یقینی ہے.......
اور یہ اکثر فلاسفہ کا مذہب ہے۔

امام غزالی نے اس عبارت میں جن فلاسفہ کی تکفیر کو واجب اور قطعی قرار دیا ہے وہ اپنے کو مسلمان ہی کہتے تھے اور کعبہ کو قبلہ بھی مانتے تھے۔

فارقلیط صاحب نے اپنے مضمون میں امام غزالیؒ کی جو عبارت اور وصیت "التفرقہ" ص۵۶ سے نقل کی ہے اسی صفحہ پر اس عبارت سے بالکل متصل یہ عبارت ہے۔

واما القانون فهو ان تعلم
ان النظريات قسمان قسم
يتعلق باصول القواعد وقسم
يتعلق بالفروع واصول
الايمان ثلاثة الايمان
بالله وبرسوله وباليوم
الآخر وما عداه فروع
واعلم انه لا تكفير في
الفروع اصلا الا في

اور تکفیر کے بارے میں شرعی قانون کی
تفصیل یہ ہے کہ نظریات (عقائد و
خیالات) دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ
جن کا تعلق بنیادی عقائد سے ہو،
اور دوسرے وہ جن کا تعلق بنیادی
عقائد سے نہیں بلکہ فروع سے
ہو اور بنیادی عقائد تین ہیں۔
اللہ پر ایمان، اس کے رسول
پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور

مسألة واحدة وهي ان ينكر اصلاً دينيا علم من الرسول صلى الله عليه وسلم بالتواتر لكن في بعضها تخطئة كما في الفقهيات وفي بعضها تبديع كالخطأ المتعلق بالامامة واحوال الصحابة

(التفرقہ صفحہ ۵۵-۵۶)

اور ان تین کے سوا جو عقائد ہیں ان کو فروع کہا جائے گا اور معلوم ہونا چاہیے کہ فروعی عقائد میں سے کسی کے انکار کی وجہ سے ہم تکفیر بالکل نہیں کریں گے، لیکن وہ اس ایک صورت میں فروع میں بھی تکفیر کی جائے گی جبکہ کوئی شخص کسی ایسی دینی حقیقت کا انکار کرے جو رسول اللہ صلعم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے مگر ان میں سے بعض صورتوں میں اس شخص کو خاطی قرار دیا جائے گا جیسا کہ فقہیات میں اور بعض صورتوں میں مبتدع قرار دیا جائے گا جیسا کہ (شیعوں کے) غلط خیالات میں۔ مسئلہ امامت کے بارے میں اور صحابہ کرام کے احوال کے بارے میں (تو ان کی بنا پر ان کو بدعتی قرار دیا جائے گا)

آگے فرماتے ہیں کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایسی بات کہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی کسی بات کی تکذیب ہوتی ہو تو اس کی تکفیر واجب ہوگی اگرچہ وہ بات دین کے بنیادی اور اساسی عقائد سے متعلق نہ ہو بلکہ

فروع سے متعلق ہو۔ کتاب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

ومهما وجد التكذيب وجب التكفير وإن كان في الفروع (التفرقة ص)	اور جب بھی تکذیب کی صورت پائی جائیگی تو تکفیر واجب ہو گی اگرچہ اس کا تعلق کسی فروعی مسئلہ سے ہو۔

پھر امام غزالیؒ نے اس کی دو مثالیں بھی دی ہیں، ہم ان میں سے صرف دوسری مثال ذکر کرتے ہیں کیونکہ وہ ناظرین کے لیے سہل الفہم ہے اور بعض ایسے بدبخت اس کے قائل ہوئے ہیں جو اپنے کو مسلمان کہتے اور سمجھتے تھے اور کعبہ کو قبلہ بھی مانتے تھے امام غزالیؒ کے الفاظ میں مثال یہ ہے۔

وكذالك من نسب عائشة رضي الله عنها الى الفاحشة وقد نزل القرآن ببراءتها فهو كافر لان هذا وامثاله لا يمكن الا بتكذيب الرسول او انكار التواتر (ص)	اور ایسے ہی اس بدبخت شخص کی تکفیر واجب ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف فاحشہ (بدکاری) کی نسبت کرے (معاذ اللہ) حالانکہ قرآن مجید نے ان کی برأت کی ہے کیونکہ یہ اور اس طرح کی دوسری گمراہانہ باتیں رسول اللہ صلعم کی تکذیب یا تواتر کے انکار کے بغیر ممکن نہیں

واضح رہے کہ امام غزالیؒ نے یہ مثال اس کی دی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے مسئلہ میں جس کا تعلق اسلام کے بنیادی عقائد سے نہ ہو بلکہ فروع سے ہو ایسی بات کہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہو اور جو بات آپ سے تواتر کے ساتھ یقینی اور قطعی طریقہ پر ثابت ہے اس کا انکار ہوتا ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا۔ حضرت صدیقہ پر تہمت کا مسئلہ اسی کی مثال ہے۔

پھر منقولہ بالا عبارت کے چند سطر بعد ارقام فرماتے ہیں۔

واما الاصول الثلاثة وكل ما لم يحتمل التاويل فی نفسه و تواتر نقله ولم يتصور ان يقوم برهان علی خلافه فمخالفته تكذيب محض ومثاله ما ذكرناه من حشر الاجساد والجنة والنار (التفرقه ص۵۹)

اور دین کے تینوں بنیادی عقائد (ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالیوم الآخر) اور ہر وہ دینی بات جسمیں تاویل کا احتمال نہ ہو اور وہ رسول اللہ صلعم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو اور اسکے خلاف کسی برہان (قطعی دلیل) کا قائم ہونا متصور نہ ہو تو اس سے اختلاف کرنا تکذیب کے سوا کچھ نہیں اور اسکی مثالیں وہی ہیں جو ہم نے ذکر کیں یعنی حشر اجساد اور جنت و دوزخ۔

پھر اس کے اگلے صفحہ پر بحث کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ولابد من التنبيه علی قاعدة اخری وهو ان المخالف قد يخالف نصا متواترا ويزعم انه مؤول ولكن ذكر تاويله لا انقداح له اصلا فی اللسان لا علی بعد ولا علی قرب فذلك كفر وصاحبه مكذب وان كان يزعم انه مؤول (التفرقه ص۶۰)

اور ایک دوسرا قاعدہ کلیہ ہے ناظرین کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کبھی یہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص دین کی ایسی منصوص بات سے اختلاف کرتا ہے جو تواتر سے ثابت ہے اور اس کا اپنا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ اس نص کا منکر نہیں ہے بلکہ اس کی صرف تاویل کرتا ہے، مگر جو تاویل وہ پیش کرتا ہے وہ لغت اور زبان کے لحاظ سے چلنے والی بالکل نہیں ہوتی، نہ بعید نہ قریب تو اس شخص کا یہ رویہ کفر ہے، اور وہ آدمی دراصل مکذب (حضور کو جھٹلانے والا) ہے اگرچہ اس کا گمان اور خیال یہ ہے کہ یہ تکذیب نہیں ہے بلکہ ان کا صحیح مطلب بیان کرنے والا ہے۔

کیا امام غزالیؒ کی اسی کتاب "التفرقہ" کی اور اسی بحثِ تکفیر کی ان واضح عبارتوں کے بعد کسی کو شبہ رہ سکتا ہے کہ اُن کی اُس وصیت کا جس کو فارقلیط صاحب نے "التفرقہ" ہی کے حوالے سے نقل کیا ہے، یہ مطلب ہے کہ جو کوئی اپنے کو مسلمان کہے، اور کلمہ پڑھے، اور کعبہ کو قبلہ مانے پھر خواہ اس کے عقائد کچھ بھی ہوں اور دینی حقائق کی وہ کیسی ہی تاویل اور تحریف کرے اس کی تکفیر نہ کی جائے ——— ظاہر ہے کہ امام غزالیؒ کی "التفرقہ" ہی کی مندرجہ بالا عبارتیں دیکھنے کے بعد کوئی شخص اُن پر یہ تہمت نہیں لگا سکتا ——— امام غزالیؒ تو دین کے مسلّم عالم اور عارف ہیں۔ ایسی جاہلانہ بات تو ایسا کوئی بھی شخص نہیں کہہ سکتا جو دین کی الف ب بھی نہ جانتا ہو۔

قرآن مجید میں یہ واقعہ صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں کچھ ایسے لوگوں نے جو ایمان لا چکے تھے، قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز بھی پڑھتے تھے، کوئی کافرانہ بات کہی جس کی اطلاع حضورؐ کو ہو گئی جب ان سے پوچھ گچھ کی گئی تو انھوں نے یہ تاویل اور معذرت کی کہ ہم نے یہ بات دل سے اور سنجیدگی سے نہیں کہی تھی بلکہ ہنسی مذاق میں کہی تھی، اُن کے بارے میں قرآن مجید سورۂ توبہ کی آیت ۶۶ نازل ہوئی جس میں حضورؐ کو حکم دیا گیا کہ "اِن بدبختوں سے صاف فرما دیجئے کہ حیلے بہانے مت کرو تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے" (قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ) اور اسی سورۂ توبہ میں بعض ایسے لوگوں کے بارے میں جو حضورؐ کے زمانے میں اسلام قبول کر چکے تھے مسلمانوں میں شامل تھے اور قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز بھی پڑھتے تھے، بیان فرمایا گیا ہے کہ انھوں نے کوئی کافرانہ بات کہی اور اس بنا پر وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر قرار پائے (لَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ ——— سورۂ توبہ آیت ۷۴)

قرآن مجید کی یہ آیتیں ناطق ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے کو مسلمان کہے، کلمہ پڑھے، کعبہ کو قبلہ مانے، اسی کے ساتھ کوئی کافرانہ بات کرے یا کافرانہ عقیدہ کا اظہار کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ یہی امت کا اجماعی عقیدہ ہے ۔۔۔۔ ہاں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ جو شخص اپنے کو مسلمان کہے اور کلمہ گو ہو ہم اُسے مسلمان مانیں گے جب تک کہ اس کی کوئی کافرانہ بات یا کافرانہ عقیدہ علم میں نہ آئے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ علما کی طرف سے قادیانیوں کی تکفیر کی سب سے بڑی بنیاد یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے ایسے صاف صریح الفاظ میں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اور جو لوگ اس دعوے کی فضول تاویلیں کرتے ہیں مرزا صاحب کے فرزند اور خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے خود مرزا صاحب کی عبارتیں پیش کرکے ان سب کی جڑ کاٹ دی ہے اور ناقابل تردید طریقہ پر ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب اسی معنی میں نبوت و رسالت کے مدعی ہیں جو شریعت میں اس کے معروف معنی ہیں اور وہ ویسے ہی نبی ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہ اگلے انبیاء علیہم السلام تھے اور اُن کے نہ ماننے والے اسی طرح کافر اور جہنمی ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء سابقین کے نہ ماننے والے کافر اور جہنمی ہیں ـــــ مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب کی اس سلسلہ کی عبارتیں راقم سطور کے ۔۔۔۔ اس مضمون میں دیکھی جاسکتی ہیں جو "قادیانی مسلمان کیوں نہیں ؟" کے عنوان سے ایک ہی مہینہ پہلے "الفرقان" کے اکتوبر کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ اسی لیے یہاں ہم نے ان عبارتوں کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔[1]

بہرحال مرزا صاحب اور ان کی امت کی تکفیر کی اول بنیاد یہ ہے کہ وہ "مسیلمہ کذاب" اور "اسود عنسی" وغیرہ، مدعیان نبوت کی طرح نبوت و رسالت کے مدعی ہیں اور ختم نبوت سے متعلق قرآن و حدیث

---

[1] یہ مضمون اس مجموعہ میں شامل ہے، ناظرین کرام گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

کے متواتر اور قطعی نصوص کی ایسی مہمل تاویلیں کرتے ہیں جو حقیقتاً تکذیب اور تحریف ہیں، اس لیے شریعت اور علماء شریعت کی نگاہ میں اُن کا مقام وہی ہے جو مسیلمۂ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اور ان کے امتیوں کا قرار پایا تھا۔

نزولِ مسیح کا مسئلہ فارقلیط صاحب کے زیر بحث مضمون میں نزول مسیح کے مسئلہ پر بھی ایک نئے انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے کیونکہ اگر اخیر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوا (اور وہ اللہ کے نبی ہیں) تو خاتم النبیین اور آخری نبی حضورؐ نہیں ہوئے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

دوسری بات اس سلسلہ میں یہ کہی گئی ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ غیر قرآنی ہے، قرآن مجید میں کہیں اس کا ذکر نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بتلا کر قرآن نے اس عقیدہ کو رد کر دیا ہے۔

تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ حدیث کی موجودہ کتابوں میں امام مالکؒ کی "مؤطا" سب سے پہلی کتاب ہے جو صحیح بخاری وغیرہ سے بھی مقدم ہے، اس میں کوئی حدیث نزول مسیح کی نہیں ہے لہٰذا وہ سب حدیثیں جن میں آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ کا آنا بیان کیا گیا ہے ناقابل اعتبار ہیں اور سمجھنا چاہیے کہ عیسائیوں نے محدثین کو دھوکہ دیکر یہ حدیثیں ان کی کتابوں میں درج کرا دی ہیں۔

چونکہ ہمارا یہ مضمون اختصار کی کوشش کے باوجود بہت طویل ہو گیا اس لیے نزول مسیح سے متعلق اس آخری بحث میں ہم صرف ضروری اشارات کریں گے امید ہے کہ ناظرین کی تشفی کے لیے انشاء اللہ وہی کافی ہوں گے ـــــ جو تین باتیں اس سلسلہ میں مضمون میں کہی گئی ہیں ہم ان پر ترتیب وار گفتگو کرتے ہیں۔

(۱) یہ بات کہ نزولِ مسیح کا عقیدہ حضورؐ کے خاتم النبین ہونے کے منافی ہے وہی شخص کہے گا جو عربی زبان اور محاورات سے بالکل ناواقف ہو۔ عربی لغت اور محاورے کے لحاظ سے خاتم النبین اور آخرالنبین اس کو کہا جائے گا جس کو منصبِ نبوت پر سب سے آخر میں فائز کیا جائے اور اس کے بعد کسی کو یہ منصب نہ دیا جائے، اور بلاشبہ یہ مقام سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔ آپ کو نبوت سب نبیوں کے بعد دی گئی اور نبی بنائے جانے کا سلسلہ آپ پر ختم کر دیا گیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دنیا میں دوبارہ آمد جیسا کہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے، ہرگز حضورؐ کے خاتم النبین ہونے کے منافی نہیں، کیونکہ ان کو تو نبوت حضورؐ کی پیدائش سے بھی تقریباً پانچسو ۵۰۰ برس پہلے دی گئی تھی، بس ان کا بحکم خداوندی حضورؐ کے بعد تک زندہ رہنا اور دوبارہ اس دنیا میں آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہو کر آنا جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور امت محمدیہ کا عقیدہ ہے، ہرگز حضورؐ کے خاتم النبین اور آخرالنبین ہونے کے منافی نہیں۔ —— مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ کسی شخص کی "خاتم الاولاد" یا "آخرالاولاد" عربی محاورے کے لحاظ سے اس کو کہا جائے گا جو اپنے سب بہن بھائیوں کے بعد اور آخر میں پیدا ہو، اگرچہ اس سے پہلے پیدا ہونے والے اس کے بہن بھائی اس کے بعد تک زندہ رہیں —— اس کی ایک واقعی مثال یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے چار صاحبزادے تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالغنیؒ۔ ان میں سب سے چھوٹے شاہ عبدالغنی تھے لیکن انتقال ان کا سب سے پہلے ہوا اور شاہ عبدالعزیزؒ سب سے بڑے تھے مگر انتقال سب کے بعد میں ہوا۔ تو شاہ ولی اللہؒ کی خاتم الاولاد اور آخرالاولاد شاہ عبدالغنی ہی کو کہا جائے گا اگرچہ شاہ عبدالعزیز ان کے بہت بعد تک زندہ رہے۔ یہ بات ہر وہ شخص جانتا ہے جس کو عربی لغت و محاورات سے کچھ بھی واقفیت ہے۔ —— اور تفسیر کی کتابوں میں بھی خاتم النبین کی تفسیر

تشریح میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا، (لا ینبأ بعدہٗ نبیٌّ) ملاحظہ ہو تفسیر کشاف۔ مدارک التنزیل۔ روح المعانی وغیرہ۔ تفسیر سورۂ احزاب۔

(۲) ——— رہی یہ بات کہ نزول مسیح کا ذکر چونکہ قرآن مجید میں نہیں کیا گیا ہے اس لیے یہ عقیدہ غلط اور غیر قرآنی ہے، تو اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ عرض کرنا ہے کہ کیا یہ دانشور صاحبان دین سے اتنے ناواقف ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ دین کی بہت سی ایسی اہم اور بنیادی باتیں ہیں جن کے بغیر اسلام اور اسلامی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور قرآن پاک میں ان کا کہیں ذکر نہیں ہے ——— مثلاً سب جانتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز اسلام میں فرض ہے اور توحید و رسالت کی شہادت کے بعد وہ اسلام کا دوسرا رکن ہے لیکن قرآن مجید میں کہیں بھی صراحتاً پانچ وقت کی نماز کا ذکر نہیں، نہ قرآن میں یہ بتلایا گیا کہ کس وقت کی نماز میں کتنی رکعتیں اور کتنے رکوع اور کتنے سجدے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں اس کا بھی ذکر نہیں کہ زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جائے، یہ سب باتیں حدیثوں سے اور امت کے اجماع اور عملی تواتر سے معلوم ہوئی ہیں، تو کیا ان سب دینی حقیقتوں کو غیر قرآنی کہہ کر ان کا انکار کر دیا جائے گا؟

یہ گفتگو تو یہ فرض کر کے کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں نزول مسیح کا ذکر نہیں ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی متعدد آیتوں میں اس کی اطلاع دی گئی ہے لیکن یہ بحث ضمنی طور پر اور اختصار کے ساتھ نہیں کی جاسکتی ——— ان شاء اللہ آئندہ دوسری صحبت میں اس پر مستقل گفتگو کی جائے گی۔ اس وقت اس سلسلہ میں ہم صرف اتنا عرض کرنے پر اکتفا کریں گے کہ ناظرین میں سے جو حضرات عربی داں ہوں وہ امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف عقیدۃ الاسلام کا مطالعہ کریں اور جو حضرات صرف اردو سے استفادہ کرسکتے ہوں وہ حضرت مولانا محمد ابراہیم

سیالکوٹیؒ کی "شہادۃ القرآن" دیکھیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو فہم سلیم کی نعمت سے محروم نہیں کیا ہے وہ ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ اطمینان حاصل کرلیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیسیوں ارشادات میں حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کی جو اطلاع دی ہے جو آپ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے[1] اور جو امت کا اجماعی عقیدہ رہا ہے اس کی بنیاد قرآن مجید ہی میں ہے۔

(۳) ——— رہی یہ آخری بات کہ امام مالک کی مؤطا میں نزول مسیح کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ حدیث کی سیکڑوں کتابوں میں نزول مسیح سے متعلق جو کثیر التعداد حدیثیں ہیں وہ سب ناقابل اعتبار ہیں کیونکہ اگر یہ حدیثیں صحیح ہوتیں تو امام مالک کو بھی پہونچی ہوتیں اور ان کی مؤطا میں درج ہوتیں۔

فارقلیط صاحب کے ان دانشوروں کی یہ آخری بات اس کی دلیل ہے کہ یہ بیچارے امام مالکؒ کی جس "مؤطا" کے بارے میں بات کررہے ہیں اس کی نوعیت سے یہ بالکل ناواقف ہیں؛ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ امام مالکؒ کو جتنی حدیثیں پہونچی تھیں وہ سب مؤطا میں درج ہیں اور جو حدیثیں مؤطا میں نہیں ہیں وہ امام مالک کو پہونچی ہی نہیں یا امامؒ نے ان کو صحیح نہیں سمجھا لہٰذا وہ سب ناقابل اعتبار ہیں۔ ——— حدیث کا فن تو بڑی چیز ہے جو لوگ امام مالکؒ سے اور حدیث کی مؤطا جیسی مستند اول کتاب سے بھی اتنے نابلد اور ناواقف ہوں حیرت ہے کہ وہ کیوں ان مباحث و مسائل میں دخل دینے کی جرأت کرتے ہیں۔ ——— جس کسی نے موطا دیکھی

---

[1] امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے عربی رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر سے ۱۰۵ ارشادات جمع فرمادیے ہیں جن میں آپ نے مختلف عنوانات سے آخر زمانہ میں حضرت مسیح کے نزول کی اطلاع دی ہے۔

ہے وہ جانتا ہے کہ وہ کتب فقہ کی طرح صرف "اعمال" سے متعلق احادیث و آثار اور صحابہ و تابعین کے فتاویٰ کا ایک مختصر مجموعہ ہے، چند حدیثیں اس میں اخلاق و آداب سے متعلق بھی ہیں، اُس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ امام مالک کا سارا علمِ حدیث اس میں آگیا ہے اور جو حدیث اس میں نہیں ہے وہ امام مالکؒ کو پہونچی ہی نہیں یا انھوں نے اس کو صحیح نہیں مانا، حدیث کے فن، اس کی کتابوں کی نوعیت اور امام مالکؒ کے مقام سے انتہائی جہالت کی بات ہے۔

مُوطا کا حال یہ ہے کہ اس میں ایمانیات و عقائد کا باب ہی نہیں ہے۔ قیامت اور آخرت کے بارے میں جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں، مُوطا اُن سے بھی بالکل خالی ہے، تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ امام مالکؒ ایمانیات یا قیامت و آخرت سے متعلق حدیثوں سے ناواقف تھے یا یہ کہ انھوں نے ان تمام حدیثوں کو ناقابلِ اعتبار سمجھا، ایسی بات وہی شخص سوچ سکتا ہے جو اس موضوع سے بالکل جاہل ہو۔ دراصل مُوطا کا موضوع فقہ کی کتابوں کی طرح محدود ہے، ایمانیات اور عقائد وغیرہ اس کا موضوع ہی نہیں ہے۔

نزولِ مسیح کے مسئلہ سے متعلق فارقلیط صاحب کے مضمون میں جو تین اصولی باتیں لکھی گئی تھیں ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ اُن کی بنیاد عربی لغت و محاورات اور علوم دین سے جہالت و ناواقفیت پر ہے ـــــ ان کے علاوہ جو اور ضمنی باتیں اسی مسئلہ سے متعلق مضمون میں ذکر کی گئی ہیں، خاصکر نزولِ مسیح سے متعلق حدیث نبوی کے پورے ذخیرہ کو مشکوک اور ناقابلِ اعتبار قرار دینے کے لیے جو جاہلانہ منطق استعمال کی گئی ہے، انشاء اللہ اس کا پورا محاسبہ دوسری صحبت میں آئندہ کیا جائے گا۔

فارقلیط صاحب کے ان "دانشوروں" کی اسی مسئلہ نزول مسیح کے سلسلہ کی ایک بات اور ذکر کر کے اس بحث کو ہم اس وقت ختم کرتے ہیں۔ ناظرین کو اس آخری بات سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ جہالت و ناواقفیت کی کس سرحد پر ہیں ـــــ صحیح بخاری کی حدیثوں کو ناقابل اعتبار قرار دینے کے سلسلہ میں اس مضمون میں لکھا ہے کہ

"حضرت امام ابوحنیفہ کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ نے حدیث کو رد کر کے قرآن کے اعلان کو تسلیم کیا اور فرمایا کہ بخاری کی حدیث میں جو راوی ہیں اگر ان کے جھوٹے ہونے سے خدا کے مقدس نبی حضرت ابراہیمؑ سچے ثابت ہوں تو راویوں کو جھوٹا قرار دینا ضروری ہے"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان "دانشوروں" (یا بوجھ بجھکڑوں) کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ امام بخاری کے بعد کسی زمانہ میں ہوئے ہیں اور انھوں نے صحیح بخاری کی ایک حدیث کے راویوں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ امام بخاری امام اعظم ابوحنیفہ کی وفات کے قریباً آدھی صدی بعد پیدا ہوئے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

آخر میں ہم پھر اپنی اس حیرت کا اظہار کرنے پر مجبور ہیں کہ فارقلیط صاحب نے علم و دانش سے ایسے خالی اور اتنے جاہل و بےخبر لوگوں کو "دانشور" کا معزز لقب دینا کیوں مناسب سمجھا اور ان کی بے سروپا باتوں کو کیوں اس قابل سمجھا کہ ان کو مرتب کر کے شائع کرنے کی ذمہ داری خود قبول فرمائی، ہمارے نزدیک تو فارقلیط صاحب نے اپنے ساتھ یہ بڑی زیادتی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تلافی کی توفیق دے۔ ویتوب اللہ علی من تاب۔

مسئلہ نزولِ مسیح وحیاتِ مسیح

قرآن وحدیث اور عقلِ سلیم کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[ماہنامہ "شبستان دہلی" میں فار قلیط صاحب کے نام سے جو مضمون قادیانیوں کی وکالت میں شائع ہوا تھا، جس کا جواب ناظرین کرام پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں (اور جس کے بارہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ فار قلیط صاحب نے بعد میں اس سے اپنی برأت بھی ظاہر کر دی تھی ـــــ والحمد للّٰہ علی ذالک) اس مضمون میں مسئلہ نزول مسیح و حیات مسیح پر بھی کلام کیا گیا تھا، اور اس بارہ میں بڑے پُر فریب طریقہ پر قادیانی نقطۂ نظر کی حمایت کی گئی تھی ـــــ اس بحث کے بعض اہم نکات پر بقدر ضرورت تنقید تو اسی جوابی مضمون میں کر دی گئی تھی، جو ناظرین ابھی پڑھ چکے ہیں ـــــ لیکن حضرت مولانا نعمانی نے اس مسئلہ پر بعد میں ایک مستقل مضمون بھی سپرد قلم فرمایا اور اسمیں بھی اسکی پوری کوشش کی کہ جو کچھ لکھا جائے وہ "دو اور دو چار" کی طرح دل میں اتر جانے والا اور کم تعلیم یافتہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ سب کے لئے تشفی بخش ہو ـــــ اگلے صفحہ سے ناظرین کرام وہی مضمون ملاحظہ فرمائیں ـــــ اسمیں پہلے ایک تمہیدی حصہ ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ قادیانی متکلمین اس مسئلہ کو کس مقصد سے اُٹھاتے ہیں اور عقل و فلسفہ کے نام پر جو مغالطے وہ اس مسئلہ میں دیتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے ـــــ اس کے بعد واضح دلائل کی روشنی میں دکھلایا گیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک پر ایمان رکھتا ہو، اسکے لئے حیاتِ مسیح اور نزول مسیح کے مسئلہ میں شک شبہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے اور عہد نبوت سے آج تک اس مسئلہ پر اُمّت محمدیہ کا اجماع رہا ہے۔]

مسئلہ نزولِ مسیح اور قادیانیوں کی چال

جیسا کہ ہر واقف اور باخبر کو معلوم ہے مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان اصل اختلافی مسئلہ یہ ہے ـــــ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دور سے لیکر اس وقت تک اُمتِ مسلمہ کا یہ عقیدہ اور ایمان رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپؐ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں، لہٰذا آپ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے، اور اسی طرح جو کوئی اس کو نبی مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مُرتد ہے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے لے کر اب تک کی ساری اسلامی حکومتوں کا عمل بھی اسی کے مطابق رہا ہے، الغرض یہ امت کا اجماعی عقیدہ اور اسلامی حکومتوں کا مسلسل دستور العمل رہا ہے۔ اور چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کو اُسی طرح کا اور اُسی معنیٰ میں نبی و رسول بتایا ہے جس طرح کے اور جس معنیٰ میں اگلے پیغمبر نبی و رسول تھے، اور اپنے نہ ماننے والوں کو اسی طرح کا کافر قرار دیا ہے جس طرح اگلے پیغمبروں کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کافر قرار دیئے گئے ہیں۔ اسلئے مسلمان مرزا صاحب کو اور اُنکے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔[1]

---

[1] یہ بحث پوری تفصیل سے اور فیصلہ کن دلائل کے ساتھ اس مختصر مجموعہ کے اُس مقالہ میں کی جا چکی ہے جس کا عنوان ہے "قادیانی کیوں مسلمان نہیں"۔

پھر مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے مرزا صاحب کی کتابوں کا گہرا اور وسیع مطالعہ کیا ہے اُن کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ ختم نہ ہوا ہوتا، تب بھی مرزا صاحب ہرگز اس لائق نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نبی و رسول بنا کر بھیجتا۔ خود اُن کی کتابیں شاہد ہیں کہ وہ سیرت و کیرکٹر کے لحاظ سے ایک گھٹیا درجہ کے آدمی تھے، خالص دینی اور مذہبی بحثوں میں بھی بڑی جرأت اور بے باکی سے جھوٹ بولتے تھے، اسی طرح جھوٹی پیشین گوئیوں کے بارہ میں بڑے بیباک تھے ۔ انھوں نے اپنی بعض پیشین گوئیوں کو اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن پیشین گوئیوں کو بھی غلط ثابت کر کے ان کا کاذب اور مفتری ہونا ساری دُنیا پر ظاہر کر دیا۔ اِن پیشین گوئیوں میں سے خاص کر اپنی ایک رشتہ دار لڑکی احمدی بیگم کے ساتھ نکاح کی پیشین گوئی، اور اس کا دوسری جگہ نکاح ہو جانے پر اس کے شوہر سلطان محمد کی معینہ مُدّت کے اندر موت کی پیشین گوئی، اللہ تعالیٰ نے غلط ثابت کر کے مرزا صاحب کو اِس قدر رُسوا اور ذلیل کیا کہ دُنیا کی تاریخ میں الہام اور دینی و مذہبی پیشوائی کا کوئی مدعی اتنا ذلیل اور رُسوا نہ ہوا ہو گا۔[1]

بہر حال ایک طرف مسلمانوں کا یہ موقف اور نقطۂ نظر ہے اور اس کے بالمقابل

---

[1] اس کی کچھ تفصیل اور مثالیں اور دلائل معلوم کرنے کے لئے دیکھا جائے، راقم سطور کا رسالہ "قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ" ــــ اور زیادہ تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہوں حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل۔ "نشانِ آسمانی" وغیرہ، اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم اور مولانا لال حسین اختر مرحوم وغیرہ علماء و مناظرین کے رسائل۔

دوسری طرف قادیانیوں کا یہ موقف ہے کہ وہ مرزا صاحب کو نبی و رسول اور مسیح موعود اور صاحب وحی و الہام مانتے ہیں، اور اُن کے اِن دعووں کی تصدیق کر کے اُن کی اطاعت اور پیروی کرنا نجات کی شرط بتلاتے ہیں۔ اور دُنیا بھر کے اُن مُسلمانوں کو جو اُن کو نہیں مانتے، کافر قرار دیتے ہیں، اُن کے پیچھے نماز پڑھنے کو اور اُن کے جنازہ کی نماز پڑھنے کو بھی ناجائز کہتے ہیں[1] ـــــ یہ ہے بُنیادی اختلاف قادیانیوں اور مُسلمانوں میں ـــــ جس کے سمجھنے کے لیئے اور اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے کہ اس اختلاف میں کون فریق حق پر ہے اور کون باطل پر، نہ بڑے علم کی ضرورت ہے، نہ بہت تیز عقل اور غیر معمولی ذہانت کی۔

قادیانیوں کی چال

لیکن قادیانیوں کی یہ پُرانی چال اور ترکیب ہے کہ وہ اس اصل اور بُنیادی اور عام فہم اختلاف سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے اور خود اس سے کترانے کے لئے حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح کی بحث چھیڑتے ہیں۔ اس چال سے ایک خاص فائدہ وہ یہ بھی اُٹھانا چاہتے ہیں کہ بیچارے عوام جو قرآن و حدیث کا براہ راست علم نہیں رکھتے، اس مسئلہ سے متعلق فریقین کی باتیں سُن کر یا تحریریں پڑھ کر یہ اثر لے لیں کہ مسلمانوں اور قادیانیوں میں ایک علمی قسم کا اختلاف ہے کہ دونوں طرف سے آیتیں اور حدیثیں پیش کی جاتی ہیں اور دینی کتابوں کے حوالے دیئے جاتے ہیں۔ ایک فریق اِن آیتوں،

---

[1] اس کے لیئے ملاحظہ ہوں مرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند اور خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود کی تصنیفات "حقیقۃ النبوۃ"، "تشحیذ الاذہان" وغیرہ۔

حدیثوں اور کتابوں کی عبارتوں سے ایک مطلب نکالتا ہے اور دوسرا فریق دوسرا مطلب نکالتا ہے ـــــ اگر ہمارے عوام یہ اثر لے لیں تو ظاہر ہے کہ قادیانیوں کا مقصد حاصل ہو گیا اور اپنی اصل حقیقت کو عوام سے چھپانے میں وہ کامیاب ہو گئے ـــــ اس کے علاوہ حیات مسیح اور نزول مسیح کی اس بحث کو قادیانی اس صورت حال کی وجہ سے بھی اپنے لئے مفید سمجھتے ہیں کہ پوری دنیا میں مغربی اقوام کے سیاسی اور مادی تفوق کی وجہ سے اور خاص کر ہمارے اس برصغیر میں انیسویں اور بیسویں صدی میں انگریزوں کی حکومت اور ان کے قائم کئے ہوئے نظام تعلیم کی وجہ سے (جس کا سلسلہ ہندوستان و پاکستان دونوں میں اب تک جاری ہے) قریباً ایک صدی سے یہ ذہنیت فروغ پاتی رہی ہے کہ جو بات ہماری عقل سے کچھ بھی بالاتر ہو اور اپنی ناقص عقل میں نہ آئے اس کا انکار کر دیا جائے۔ اسی چیز نے "دانش وری" اور "دانش مندی" کا دعویٰ کرنے والے لاکھوں بدبختوں کو یورپ میں اور یورپ سے باہر بھی یہاں تک پہونچا دیا کہ انھوں نے خدا کا انکار کر دیا۔ کیونکہ خدا ان کی موٹی عقلوں میں نہیں آسکا اسی طرح مسلمان کہلانے والوں میں اچھی خاصی تعداد میں وہ مغربیت زدہ ہیں جو ملائکہ، جنات اور معجزات وغیرہ کا اسی لئے انکار یا ان کی ملحدانہ تاویلیں کرتے ہیں کہ ان کی مادی اور مسخ شدہ عقلیں ان کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا اور ان کی حیات، اور آخری زمانہ میں ان کے نزول کا مسئلہ بھی اسی قسم کا ہے ـــــ بہرحال قادیانی حضرات اس مسئلہ کو اس وجہ سے بھی چھیڑتے ہیں کہ اس میں ان کو اس مغربیت زدہ طبقہ کے اپنے جال میں پھنس جانے کی خاص امید ہوتی ہے جو خدا و رسول اور قرآن و حدیث سے ہدایت

حاصل کرنے کے بجائے یورپ کے ملحد عقل پرستوں سے "روشنی" حاصل کرنے کا عادی ہو چکا ہے اور اسی کو "روشن خیالی" اور "دانشمندی" سمجھتا ہے۔

الغرض چونکہ قادیانیوں نے اس مسئلہ کو اپنی پناہ گاہ اور ان مغربیت زدہ "دانشوروں" کا شکار کرنے کے لئے اپنا جال بنا لیا ہے اس لئے اس وقت ہم اسی طبقہ کے ذہن کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ سے متعلق چند اصولی باتیں حوالۂ قلم کرتے ہیں ___ اُمید ہے کہ جن کے قلوب پر گمراہی کی مہر نہیں لگ گئی ہے، اُن کی تشفّی اور اطمینان کے لئے ان شاء اللہ یہی چند باتیں کافی ہوں گی۔ اس کے بعد ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ پر گفتگو کریں گے۔

(۱) سب سے پہلی اور اہم بات جس کا اس مسئلہ پر غور کرتے وقت پیش نظر رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ اس بحث و اختلاف کا تعلق اُس ذات سے ہے جس کا وجود ہی نرالا اور عام سنت اللہ اور قانونِ فطرت سے بالکل الگ ہے۔ یعنی حضرت عیسٰی ابن مریم علیہ السلام ___ قرآن مجید کا بیان ہے (اور انجیل کا بیان بھی یہی ہے اور اسی کے مطابق ساری دُنیا کے مُسلمانوں اور عیسائیوں کا متفقہ عقیدہ ہے) کہ وہ اس طرح پیدا نہیں ہوئے جس طرح ہماری اس دُنیا میں انسان ایک مرد اور عورت کے باہم تعلق اور مُباشرت کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں (اور جس طرح تمام اولوالعزم پیغمبر اور اُن کے خاتم و سردار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی پیدا ہوئے تھے)۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاص قدرت اور اُس کے حکم سے اُس کے فرشتہ جبرئیل (روح القدس) کے توسط سے اپنی ماں حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے بغیر اس کے کہ کسی مرد نے ان کو چھوا بھی ہو معجزانہ طور پر پیدا کئے گئے ___ قرآن مجید نے

سورۂ آلِ عمران کی آیات ۳۵-۳۶ میں اور سورۂ مریم کی آیات ۱۹ تا ۲۳ میں اُن کی اِس معجزانہ پیدائش کا حال تفصیل سے بیان فرمایا ہے (اور قادیانیوں کو بھی اس سے انکار نہیں ہے۔)

ایسی ہی دوسری ایک عجیب بات قرآن مجید نے اُن کے بارہ میں یہ بیان فرمائی ہے کہ جب وہ اللہ کی قدرت اور اس کے حکم سے (بغیر کسی مرد کے ملاپ کے) معجزانہ طور پر کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور وہ اُن کو اپنی گود میں لیے بستی میں آئیں اور قوم اور بستی کے لوگوں نے اُن کے خلاف بُرے خیالات کا اظہار کیا اور ان پر بہتان لگایا، تو اُسی نومولود بچہ (عیسیٰ ابن مریم) نے اللہ کے حکم سے اس وقت کلام کیا اور اپنے بارہ میں اور حضرت مریم کی پاکبازی کے بارے میں بیان دیا ــــــ (سورۂ مریم آیت ۲۷ تا ۳۰)۔

پھر قرآن مجید ہی میں بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے حکم سے اُن کے ہاتھوں بہ انتہائی محیّر العقول یہ معجزے ظاہر ہوئے ــــ کہ مٹی کے گوندے سے وہ پرندے کی سی شکل بناتے اور پھر اس پر پھونک مار دیتے تو وہ زندہ پرندے کی طرح فضا میں اُڑ جاتا، اور مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں پر ہاتھ پھیر دیتے یا دم کر دیتے تو وہ فوراً اچھے، بھلے چنگے ہو جاتے، اندھوں کی آنکھیں روشن ہو جاتیں اور کوڑھیوں کے جسم پر کوڑھ کا کوئی اثر اور داغ دھبّہ نہ رہتا، اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ مُردوں کو زندہ کر کے دکھا دیتے ــــــ اُن کے اِن محیّر العقول معجزوں کا بیان بھی قرآن مجید (سورۂ آلِ عمران اور سورۂ مائدہ) میں تفصیل اور وضاحت سے کیا گیا ہے، اور قرآنِ پاک کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اس میں کسی اور پیغمبر کے ایسے معجزے

ذکر نہیں کیے گئے۔

الغرض قرآن مجید اس کا شاہد اور انسانی تاریخ بھی اس کی گواہ ہے کہ انسانوں کی دنیا میں حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت بالکل نرالی اور اُن کا وجود ہی اللہ تعالےٰ کی قدرت کا معجزہ تھا ـــــ پس جب اُسی شخصیت اور اُسی ہستی کے بارہ میں اللہ کی کتاب قرآن مجید اور اس کے نبی و رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتلائیں کہ اُن کے دشمن یہودیوں نے اُن کو قتل کرنے اور سُولی دلانے کا جو شیطانی منصوبہ بنایا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنی خاص قدرت سے ناکام کر دیا اور ان کو صحیح سالم آسمان پر اُٹھا لیا (وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ) اور وہ قیامت سے پہلے اللہ کے حکم سے پھر نازل ہوں گے اور یہیں وفات پائیں گے اور اُن کی وفات سے پہلے اُس وقت کے عام اہل کتاب اُن پر ایمان لے آئیں گے، اور اللہ تعالیٰ اُن سے دینِ محمدی کی خدمت لے گا، اور ان کا نازل ہونا قیامت کی ایک خاص علامت اور نشان ہوگا ("وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا" ـــــ (زخرف ع ۶۱)۔ وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ" ـ (النساء آیۃ ۱۵۹)) تو جو اہلِ ایمان قرآن پاک کے بیان کے مطابق (عام سنۃ اللہ اور قانونِ فطرت کے خلاف) اُن کی معجزانہ پیدائش پر اور اسی طرح اُن کے دوسرے محیر العقول معجزوں پر ایمان لا چکے ہیں اُن کو اِس کے ماننے اور اِس پر ایمان لانے میں کیا تردد ہو سکتا ہے ـ ؟

الغرض اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت اور اُن کے وجود کی بالکل نرالی معجزانہ نوعیت کو پیش نظر رکھا جائے تو حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح سے متعلق وہ وساوس و شبہات پیدا ہی نہ ہو سکیں گے جو شیطان یا قادیانی صاحبان کی طرف سے دلوں میں

ٹالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۲) اسی طرح کی ایک دوسری یہ بات بھی اس مسئلہ پر غور کرتے وقت پیش نظر رہنی چاہیے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (جس کی اطلاع قرآن مجید میں بالاجمال اور متواتر حدیثوں میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دی گئی ہے) اس وقت ہوگا جبکہ قیامت بالکل قریب ہوگی اور اس کی قریب ترین علامتوں کا ظہور شروع ہو چکا ہوگا۔ گویا قیامت کی صبح صادق ہو چکی ہوگی۔ اور نظام عالم میں تبدیلی کا عمل شروع ہو چکا ہوگا اور گوناگوں وہ حوادث اور خوارق رونما ہوں گے جن کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (انہیں میں سے دجّال کا ظہور اور عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول بھی ہوگا)۔

پس عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول یا دجّال کے ظہور کا اس بنا پر انکار کرنا کہ ان کی جو نوعیت اور تفصیل حدیثوں میں بیان کی گئی ہے وہ ہماری کوتاہ عقل میں نہیں آتی ـــــ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ قیامت اور جنت و دوزخ کا اس بنا پر انکار کر دیا جائے کہ ان کی جو تفصیلات خود قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہیں ہماری عقلیں اُن کو ہضم نہیں کر سکتیں۔

جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، اُن کی اصل بیماری یہ ہے کہ وہ خدا کی معرفت سے محروم اور اس کی قدرت کی وسعت سے ناآشنا ہیں اور اپنے نہایت محدود تجربہ اور مشاہدہ اور اپنی ناقص اور خام عقلوں کو انھوں نے خدا کی وحی اور انبیاء علیہم السّلام کی اطلاعات سے زیادہ قابلِ اعتماد سمجھا ہے اور ان کے نزدیک اس کا نام "دانشوری" ہے ـــــ یہ بالکل ایسا ہی ہے، جیسے کہ کوئی بد خود غلط دیہاتی جو اپنے کو "عقلِ کل" بھی سمجھتا ہو، آجکل کی کسی محیر العقول ایجاد یا کسی غیر معمولی انکشاف کا اس لئے انکار

کرے کردہ اس کو سمجھ نہیں سکتا ــــــ یہ رویہ صرف ایمان ہی کے منافی نہیں ہے، بلکہ عقل سلیم کے بھی خلاف ہے۔

(۳) اسی مسئلہ حیاتِ مسیح و نزولِ مسیح کے سلسلے میں قادیانی صاحبان جو شبہات اور سوالات، خاص کر جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دلوں میں پیدا کرتے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کو دو ہزار برس کے قریب ہو چکے ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی آدمی اتنی مدت تک زندہ رہے ــــــ اور اگر وہ زندہ ہیں اور آسمان پر ہیں تو وہاں اُن کے کھانے پینے اور پیشاب پاخانہ کا کیا نظام اور انتظام ہے ــــ؟

اگرچہ یہ شبہ اور سوال نہایت ہی جاہلانہ اور عامیانہ ہے اور جس شخص کا خدا کی قدرت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان ہو اور اس کو معلوم ہو کہ قرآن مجید نے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھائے جانے اور آخر زمانہ میں پھر نازل ہونے کی خبر دی ہے اس کے دل میں یہ سوال پیدا ہی نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن چونکہ اس طرح کے وسوسے اور خیالات قادیانیوں کے شکار کے خاص آلات ہیں اور دین و مذہب سے ناواقف نوجوانوں کا وہ انہی کے ذریعہ شکار کرتے ہیں، اس لئے اختصار کے ساتھ اس بارہ میں بھی کچھ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سمجھنا کہ کوئی آدمی سو دو سو برس سے زیادہ زندہ نہیں رہتا اور نہیں رہ سکتا۔ ایک بچکانہ اور جاہلانہ خیال ہے جس کی کوئی دلیل اور بنیاد نہیں۔ اس کے برخلاف قرآن مجید میں صاف صریح الفاظ میں حضرت

نوح علیہ السلام کے متعلق بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ ایک ہزار سال کے قریب اس دنیا میں رہے۔ (فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ۔۔۔ سورۂ عنکبوت) تو جس اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو لگ بھگ ایک ہزار سال تک اسی دنیا میں اور اسی عالم آب و گل میں زندہ رکھا بلا شبہ اس میں یہ بھی قدرت ہے کہ وہ چاہے تو کسی بندہ کو دو چار ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ مدت تک زندہ رکھے۔ عقل و حکمت کی کوئی دلیل اس کے خلاف پیش نہیں کی جا سکتی۔

اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے ہماری اس دنیا میں بھی نہیں رکھا جس میں یہاں کے قدرتی قوانین چل رہے ہیں (جو یہاں کے مناسب ہیں) بلکہ اُن کو آسمان پر اٹھا لیا گیا اور وہاں کا نظامِ حیات یقیناً یہ نہیں ہے۔ جو ہماری اس دنیا کا ہے ۔۔۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح (جن پر مرزا غلام احمد اور اُن کے متبعین نے یہ تہمت لگائی ہے کہ وہ حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح کے منکر اور قادیانیوں کی طرح وفاتِ مسیح کے قائل ہیں) انھوں نے اپنی کتاب "الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح" میں (جو عیسائیوں کے رد میں لکھی گئی ہے) ایک جگہ گویا اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ "حضرت مسیحؑ جب آسمان پر ہیں اور زندہ ہیں تو وہاں اُن کے کھانے پینے اور پیشاب پاخانے کا کیا انتظام ہے؟" تحریر فرمایا ہے کہ:

..... فليست حاله كحالة اهل الارض فى الاكل والشرب واللباس والنوم والغائط والبول ونحو ذالك . (الجواب الصحيح ص ۲۷۰ ج ۲)	(وہاں آسمان پر) کھانے پینے اور بول و براز وغیرہ کی ضروریات و حاجات کے معاملہ میں اُن کا حال زمین والوں کا سا نہیں ہے (وہاں وہ ان چیزوں سے بے نیاز ہیں)۔

بلکہ اللہ تعالیٰ میں قدرت ہے کہ وہ اگر چاہے تو ہماری اسی دُنیا میں کسی بندہ کو اس حال میں کر دے کہ وہ سینکڑوں برس تک کھانے پینے سے بے نیاز رہے۔ قرآن مجید میں اصحاب کہف کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے جو قرآن مجید کے بیان کے مطابق تین سو برس سے زیادہ بغیر کچھ کھائے پیے غار میں رہے (وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ـــــ سورۃ الکہف)

اور شیخ عبدالوہاب شعرانی نے "الیواقیت والجواھر" میں اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان پر کیا کھاتے پیتے ہیں، اور اگر وہاں کچھ نہیں کھاتے پیتے تو اتنی مدّت تک بغیر کھائے پیے کیونکر زندہ رہ سکتے ہیں؟ ـــــ تحریر فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ

"کھانا پینا دراصل اُن لوگوں کے لئے ضروری ہے جو اِس دُنیا میں رہتے سہتے ہیں کیونکہ یہاں کی آب و ہوا کے اثر سے بدن کے اجزاء برابر تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور غذا سے اس کا بدل فراہم ہوتا ہے، ہماری اِس دُنیا اور ہماری اِس زمین اور یہاں کی عام مخلوق کے لیے قدرتِ خداوندی نے یہی قانون رکھا ہے ـــــ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ اس زمین سے آسمان پر اُٹھالے تو اس کو اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے اسی طرح بے نیاز کر دیتا ہے جس طرح فرشتے بے نیاز ہیں، اور وہاں اللہ کی حمد و تسبیح ہی اُن کی "غذا" ہو جاتی ہے۔ (جس سے ان کی زندگی اور قوت برابر قائم رہتی ہے)"۔

اس موقع پر شیخ عبدالوہاب شعرانی نے "خلیفۃ الخراد" نامی ایک بزرگ کا راجہ بغداد مشرق

کے شہر ابہر کے رہنے والے تھے) واقعہ بھی شیخ ابو الطاہر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو خود دیکھا ہے۔

مکث لا یطعم طعاماً منذ ثلث وعشرین سنة وکان یعبد اللہ لیلاً ونہاراً من غیر ضعف۔

وہ ۲۳ سال مسلسل اس حالت میں رہے کہ کھانا بالکل نہیں کھاتے تھے دن رات عبادت میں مصروف رہتے تھے اور ان پر کمزوری کا کوئی اثر نہیں تھا۔ (گویا عبادت ہی اُن کے لئے غذا کا کام کرتی تھی، یہ بطور کرامت کے اُن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ تھا)۔

اس کے بعد شیخ لکھتے ہیں:

فلا یبعد ان یکون قوت عیسیٰ علیہ السلام التسبیح والتھلیل۔

تو یہ بات کچھ بھی مستبعد نہیں ہے کہ آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام کی غذا تسبیح و تہلیل ہو۔

(الیواقیت والجواہر ص $\frac{۱۴۶}{ج ۲}$)

ہم نے یہاں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور شیخ عبدالوہاب شعرانی کی عبارتوں کا حوالہ اس لئے دینا مناسب سمجھا کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین اِن دونوں بزرگوں کی علمی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں ـــــــ اور دونوں بزرگوں نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں کسی ایسے شخص کو کوئی شک شبہ نہیں ہو سکتا جس کو اللہ

بنے وہ عقل سلیم عطا فرمائی ہو جو اُس کا خاص عطیہ ہے۔

اس مختصر مضمون کو مسئلہ نزولِ مسیح و حیاتِ مسیح کی ایک تمہید سمجھنا چاہئے۔ قرآن و حدیث سے اس مسئلہ کے بارہ میں جو ہدایت ملی ہے اور جس کی روشنی میں عہد نبوی سے لے کر اس وقت تک اُمّت محمدیہ کا اجماع رہا ہے اُس سے واقفیت کے لئے آئندہ صفحات کا مطالعہ فرمایا جائے ——— واللہ یهدی من یشاءُ اِلیٰ صراط مستقیم۔

مسئلۂ نزولِ مسیحؑ و حیاتِ مسیحؑ

قرآن و حدیث کی روشنی میں

مسلمانوں کے عقیدہ نزولِ مسیح اور حیاتِ مسیح کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک قرآن مجید کی بعض آیات۔ اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کثیر التعداد احادیث جو مجموعی اور معنوی حیثیت سے یقیناً حدِ تواتر کو پہونچی ہوئی ہیں۔

اس تواتر کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی پچاسوں کتابوں میں مختلف سندوں اور مختلف عنوانات سے اتنے صحابہ کرام سے نزولِ مسیح کی یہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں جن کے متعلق ان کی صحابیت سے قطع نظر کر کے بھی، از روئے عقل و عادت یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے باہم کوئی سازش کر کے حضورؐ پر یہ بہتان باندھا ہوگا یا حضورؐ کی بات سمجھنے میں اُن سب سے غلطی ہوئی ہوگی ـــــ پھر اسی طرح ان صحابہ کرام سے روایت کرنے والوں اور پھر ان سے روایت کرنے والوں کی تعداد ہر طبقہ اور ہر دور میں اتنی بڑھتی چلی گئی کہ خالص عقلی اور عادی طور پر اُن کے متعلق بھی اس قسم کا کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

یہ بات کہ اس قسم کے تواتر سے کسی چیز کا یقینی اور قطعی علم حاصل ہو جاتا ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی. آپ اس مثال سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ آپ نے مثلاً لندن نہیں دیکھا، پیرس نہیں دیکھا، نیویارک اور ماسکو نہیں دیکھا، بغداد اور قاہرہ بھی نہیں دیکھا، لیکن آپ کو قطعاً اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ یہ سب شہر دُنیا میں موجود ہیں ـــــ آپ غور کریں اور سوچیں کہ یہ یقین آپ کو کس وجہ سے اور کس دلیل سے حاصل ہوا؟ ـــ صرف اس وجہ سے کہ آپ نے ان شہروں کا مختلف لوگوں سے اتنا تذکرہ سُنا ہے اور کتابوں اور اخباروں میں ان کا ذکر اس قدر پڑھا ہے کہ جس کے بعد آپ کے لئے کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی ـــــ بس اسی کا نام تواتر ہے اور خاص علمی اصطلاح میں اس قسم کے تواتر کو "تواترِ قدرِ مشترک" کہتے ہیں۔

تواتر کا ثبوت

بہرحال نزولِ مسیح کا مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح کے تواتر سے ثابت ہے۔ حدیث کی قریباً سب ہی کتابوں میں اس مسئلہ سے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں روایت کی گئی ہیں، ان کو سامنے رکھنے کے بعد ہر سلیم العقل کو بالکل قطعی اور یقینی علم اس بات کا حاصل ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے دوبارہ اس دُنیا میں آنے کی اطلاع اپنی اُمّت کو ضرور دی تھی ـــ

حضرت استاذ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے اب سے قریباً پچاس سال پہلے اس مسئلے کے متعلق احادیث و روایات کو حدیث کی متفرق کتابوں سے چھانٹ کر اپنے ایک رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں جمع کر دیا تھا،

اس میں ستر سے اوپر مرفوع حدیثیں ہیں جن میں سے قریباً ۳۰ وہ ہیں جو سند کے لحاظ سے محدثین کے نزدیک صحیح یا حسن درجہ کی ہیں ____ حالانکہ تواتر اور حصولِ یقین کے لئے اس سے بہت کم تعداد کافی ہوتی ہے ____ بہرحال اس مسئلہ سے متعلق حدیثیں بلاشبہ حدِ تواتر کو پہونچی ہوئی ہیں اور ماہرین حدیث و روایت نے اس تواتر کی تصریح بھی کی ہے۔ صحیح بخاری کے شارح اور مشہور مفسر قرآن حافظ ابنِ کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم انہ اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیٰمۃ۔	احادیث متواترہ سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر اُمّت کو دی تھی۔
(تفسیر ابن کثیر صد۲۲ ج ۴)	

مرزا غلام احمد قادیانی کا اقرار و اعتراف

یہاں ناظرین کو یہ بتا دینا بھی مناسب اور مفید ہو گا کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس کا اقرار و اعتراف کیا ہے کہ نزول مسیح سے متعلق حدیثیں متواتر ہیں اور ان کا تواتر اوّل درجہ کا ہے ____ "ازالۃ الاوہام" میں لکھتے ہیں:۔

"مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشین گوئی ایک اوّل درجہ کی پیشین گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے، اور جس قدر صحاح میں پیشین گوئیاں

کہی گئی ہیں کوئی پیشین گوئی اس کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت نہیں ہوئی تو اتم کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے:

——— ازالہ صـ ۲۳۱

یہاں اس حقیقت کا علم بھی ناظرین کے لئے موجب بصیرت ہوگا کہ مرزا صاحب مسیحیت کے دعوے کے بعد بھی طویل مدت تک، (دس بارہ سال تک) سب مسلمانوں کی طرح یہی یقین رکھتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور جیسا کہ حدیثوں میں بتلایا گیا ہے وہ آخر زمانہ میں نازل ہوں گے اور کہتے تھے کہ الہامات میں مجھے جو "مسیح" کہا گیا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں "مثیل مسیح" ہوں ...

"براہین احمدیہ" جو ان کی ابتدائی دور کی تصنیفوں میں سے ہے اس کے ایک حاشیہ میں انھوں نے لکھا تھا:-

"اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔"

——— (براہین احمدیہ صـ ۴۹۸-۴۹۹ حاشیہ در حاشیہ)

اور مرزا صاحب کے فرزند اور خلیفہ مرزا محمود نے "حقیقۃ النبوۃ" میں لکھا ہے کہ:

"حضرت مسیح موعود باوجود مسیح کا خطاب پانے کے دس سال تک یہی خیال کرتے رہے کہ مسیح آسمان پر زندہ ہے حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ مسیح بنا چکا تھا، جیسا کہ براہین کے الہامات سے ثابت ہے"۔

——— (حقیقۃ النبوۃ صـ ۱۴۲)

مرزا صاحب اور مرزا محمود کی ان عبارتوں سے دو باتیں صاف طور پر معلوم

ہو گئیں۔ ایک یہ کہ نزولِ مسیح سے متعلق احادیث حدِ تواتر کو پہونچی ہوئی ہیں اور ان کا تواتر اوّل درجہ کا ہے ___ اور دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے بھی ان حدیثوں سے یہی سمجھا تھا کہ حضرت مسیح بن مریم (جو اسرائیلی سلسلہ کے آخری پیغمبر تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں بار بار کیا گیا ہے وہی) آخر زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے ___ اور انہی حدیثوں کی بنا پر ان کو اس عقیدہ پر ایسا یقین اور اطمینان تھا کہ (بقول اُن کے) جب اُن کے خدا نے الہام میں اُن کو "مسیح" قرار دیا تو انھوں نے اس کا مطلب صرف یہ سمجھا کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ اور اس کے بعد بھی دس سال تک یہی سمجھتے رہے اور اسی عقیدے پر قائم رہے جو انھوں نے حدیثوں سے سمجھا تھا اور جو پوری اُمّت نے سمجھا اور جو سب مسلمانوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام آخر زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے۔

پھر مدّت کے بعد (۱۸۹۱ء میں) مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ میں ہی وہ "مسیح بن مریم" اور "عیسٰی بن مریم" ہوں جن کے نازل ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کثیر التعداد حدیثوں میں اُمّت کو خبر دی تھی۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل و فہم سے بالکل محروم نہیں کیا ہے وہ سوچیں کہ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ کتنا جہل اور معقولیت سے کس قدر دُور ہے ___

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں جہاں جہاں مثلاً حضرت ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، موسیٰؑ، ہارونؑ اور ان کے علاوہ جن پیغمبروں کا نام کے ساتھ ذکر کیا وہاں تو وہی پیغمبر مراد ہوں گے ___ جن کا ان ناموں سے قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے اور جو ان ناموں سے معروف ہیں، لیکن نزولِ مسیح سے متعلق پچاسوں

حدیثوں میں جہاں جہاں آپؐ نے "مسیح بن مریم" اور "عیسیٰ بن مریم" کا ذکر کیا ہے اور آخر زمانہ میں ان کے نزول کی خبر دی ہے اس سے آپ کی مُراد وہ مسیح اور عیسیٰ نہ ہوں جن کا ذکر اس نام سے قرآن مجید میں کیا گیا ہے اور جو اس نام سے معروف ہیں بلکہ ان سب حدیثوں میں مسیح بن مریم اور عیسیٰ بن مریم سے مُراد مرزا غلام احمد قادیانی جیسا ان کا کوئی مثیل ہو ــــــ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ــــــ کیا اس سے زیادہ مہمل اور خلافِ عقل کوئی بات کہی یا سوچی جا سکتی ہے؟ لیکن حیرت ہے، کہ قادیانیوں میں مولوی محمد علی لاہوری اور خواجہ کمال الدین جیسے "دانشوروں" اور تعلیم یافتوں نے بھی اس کو قبول کر لیا اور نہ صرف قبول کر لیا بلکہ زور شور سے اس کی وکالت شروع کر دی ــــــ بلاشبہ حق فرمایا اللہ تعالیٰ نے "وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ۝" ـــ اور ـــ "وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝" ــــ

ہم نے عرض کیا تھا کہ عقیدۂ حیاتِ مسیح و نزولِ مسیح کی بُنیاد بعض آیات پر ہے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن کثیر التعداد احادیث پر جو حدِ تواتر کو پہونچی ہوئی ہیں اور جن کو مجموعی طور پر سامنے رکھنے کے بعد اس بات کا قطعی اور یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی خبر دی تھی۔ احادیث کے بارے میں جو کچھ ہم نے یہاں عرض کیا اُمید ہے کہ ان شاء اللہ وہ ناظرین کے لئے کافی ہو گا۔

نزولِ مسیح و حیاتِ مسیحؑ کا ثبوت قرآن مجید سے

قرآن مجید کے بارہ میں بھی ہم پہلے اسی طرح کی ایک اصولی بات عرض کرتے ہیں ــــــ ہر پڑھا لکھا آدمی اس بات سے واقف ہوگا کہ نزولِ قرآن کے وقت بھی عام عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا اور اب بھی یہی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام آسمان پر اُٹھا لئے گئے اور وہ زندہ ہیں اور آخر زمانہ میں اس دُنیا میں پھر نازل ہوں گے، اور مروجہ انجیلوں میں یہی لکھا ہے۔[1]

پس اگر یہ عقیدہ ایسا ہی گمراہانہ اور مشرکانہ ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب اور ان کے امتی کہتے ہیں[2] تو لازم تھا کہ قرآن مجید میں (جس کا خاص موضوع ہر قسم کے شرک کو ڈھانا ہے) اس عقیدہ کی بھی ایسی ہی صراحت اور وضاحت کے ساتھ تردید اور نفی کی جاتی، جس طرح عیسائیوں کے دوسرے گمراہانہ اور مشرکانہ عقائد (مثلاً حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت وولدیت اور عقیدۂ تثلیث وغیرہ) کی کی گئی ہے تاکہ قرآن پر ایمان لانے والی اُمت اس عقیدہ سے بھی اسی طرح محفوظ ہو جاتی جس طرح حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت وولدیت کے مشرکانہ عقائد سے محفوظ ہو گئی ــــ لیکن

---

[1] دیکھی جائے انجیل لوقا باب ۲۴، آیت ۵۱۔ مرقس باب ۱۶ آیت ۱۹۔ اعمال باب اوّل آیت ۹، ۱۰، ۱۱۔

[2] مرزا صاحب نے الاستفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں حیاتِ مسیح کے عقیدہ کو "شرک عظیم" کہا ہے ص۳۹۔ اور اُنکے فرزند اور خلیفہ مرزا محمود نے حقیقۃ النبوۃ میں اسکو "سخت شرک" بتلایا ہے ص۵۲

ظاہر ہے کہ قرآنِ مجید میں کہیں بھی اس عقیدہ کی ایسی تردید اور نفی نہیں فرمائی گئی ـــــ جس کی سب سے بڑی اور عام فہم دلیل یہ ہے کہ نزولِ قرآن کے زمانے سے لیکر اس وقت تک جمہور اُمّت کا یہی عقیدہ رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان پر اُٹھا لیے گئے ہیں اور آخر زمانہ میں وہ پھر نازل ہوں گے ـــــ ہر دور کے مصنّفین، مفسّرین اور محدثین، متکلمین اپنی کتابوں میں سب یہی عقیدہ لکھتے رہے۔ حتیٰ کہ ہر صدی کے مجددین (بھی (جن کا خاص کام ہی یہ ہوتا ہے کہ امّت کے اعمال اور عقائد میں داخل ہو جانے والی غلطیوں اور گمراہیوں کی اصلاح کریں اور حق و باطل کے درمیان لکیر کھینچیں) وہ سب بھی اپنے اپنے دور میں اسی عقیدہ کا اظہار کرتے رہے اور انتہا یہ ہے کہ خود مرزا غلام احمد، الہام اور مجددیت کا دعویٰ کرنے کے بعد بھی اور اپنے "خدا" کی طرف سے مسیحیت کے منصب پر فائز ہونے کے دس بارہ برس بعد تک بھی اسی عقیدہ پر قائم رہے اور اسی کو اسلامی اور قرآنی عقیدہ سمجھتے رہے ـــــ کیا ہوش و حواس رکھتے ہوئے کوئی بھی آدمی یہ کہہ سکتا ہے یا اس کو باور کر سکتا ہے کہ قرآن مجید میں تو اس عقیدہ کی تردید اور نفی صاف صاف کی گئی تھی لیکن اُمّت کے ان سارے طبقوں میں سے کسی نے اس کو سمجھا ہی نہیں اور خود مرزا غلام احمد بھی پچاس برس کی عمر تک (۱۸۹۱ء تک[1]) اس کو نہیں سمجھ سکے، بلکہ قرآنی آیتوں اور حدیثوں سے اس کے بالکل برعکس یہی

---

[1] جہاں تک ہمیں معلوم ہے مرزا صاحب نے حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح کا انکار کر کے مثیلِ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ "ازالۃ الاوہام" میں کیا ہے جو ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔ ۱۲

سمجھتے رہے کہ حضرت مسیح آسمان پر اُٹھا لئے گئے اور وہ زندہ ہیں اور حدیثوں کی پیشین گوئیوں کے مطابق وہی پھر آخر زمانہ میں نازل ہوں گے۔

یہ مسلّم تاریخی حقائق اس بات کی آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہیں کہ قرآن مجید کے تیس پاروں میں کہیں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے حیات مسیح اور نزولِ مسیح کے عقیدہ کی تردید اور نفی ہوتی ہو۔ اگر ایک لفظ بھی ایسا ہوتا تو ہرگز اُمّت اس عقیدہ کو اس طرح نہ اپناتی۔ یہ ایسی موٹی اور عام فہم بات ہے جس کو بڑے سے بڑے عالم دین کی طرح ایک ناتعلیم یافتہ آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قادیانی مصنفین و متکلمین جن آیتوں کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اُن سے عقیدۂ حیات مسیح و نزول مسیح کی تردید و نفی ہوتی ہے وہ ان کی صرف کج بحثی اور زبان درازی ہے۔ قرآن پاک کتابِ ھدایت ہے اس کا دعویٰ ہے کہ اس کی زبان اور اس کا بیان بالکل واضح ہے (بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ) وہ ہرگز ایسی چیستاں نہیں ہے کہ اس کا مقصد و مطلب اس پر ایمان لانے والے، اس کے سمجھنے سمجھانے پر عمریں صرف کر دینے والے لاکھوں علماء اور مفسرین تیرہ سو برس تک نہیں سمجھ سکے اور خود مرزا غلام احمد بھی اپنی مجددیت و مسیحیت کے باوجود پچاس سال کی عمر تک نہیں سمجھ سکے۔

حیرت ہے کہ ان قادیانی مصنفین و متکلمین کو (جن میں مولوی محمد علی لاہوری جیسے مدعیان علم و دانش بھی ہیں) اتنی بے تکی اور معقولیت سے اتنی دور بات کہنے کی جرأت کیسے ہوتی ہے جس کو کوئی عقل والا اس وقت تک قبول نہیں کر سکتا جب تک کہ اپنے کو عقل و فہم سے خالی نہ کر لے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید پر اس سے بڑی کوئی تہمت نہیں لگائی جا سکتی ہے کہ وہ ایسی زبان میں ہے کہ خود اس کے ماننے والے عربی زبان کے وہ لاکھوں ماہرین بھی جنھوں نے اپنی عمریں اس کے مطالعہ اور خدمت میں صرف کر دیں تیرہ سو برس تک اس کا مطلب نہیں سمجھ سکے اور اس کی وجہ سے کسی معمولی غلطی میں نہیں بلکہ "شرک عظیم" میں مبتلا رہے ——— کیا اسلام اور قرآن مجید کی یہی وہ خدمت ہے جس کا دعویٰ مرزا غلام احمد اور ان کی اُمت کے مصنفین اور متکلمین کرتے ہیں۔؟

اس کے بعد میں عرض کرتا ہوں کہ اگر بالفرض قرآن مجید میں کوئی آیت بھی ایسی نہ ہو جس سے عقیدۂ حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح کی تائید ہوتی ہو تو صرف یہ بات کہ قرآن مجید نے عیسائیوں کے دوسرے گمراہانہ اور مشرکانہ عقیدوں (حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت وغیرہ) کی طرح اس کی تردید اور نفی نہیں کی (حالانکہ یہ بھی ان عیسائیوں کا خاص عقیدہ تھا) اس بات کی روشن دلیل ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ اللہ کے نزدیک غلط اور گمراہانہ نہیں تھا بلکہ ان کے بعض دوسرے عقیدوں کی طرح صحیح عقیدہ تھا ——— کیونکہ ایسے موقعہ پر تردید اور نفی نہ کرنا ایک طرح کی تصدیق اور توثیق ہوتی ہے۔ عقل و منطق اور قانون کا بھی یہ مسلّمہ مسئلہ ہے کہ "السکوت فی معرض البیان بیان" ——— لیکن بات صرف اتنی ہی نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان کے عقیدے کے اس جزو کی اسی طرح تصدیق و توثیق کی ہے جس طرح ان کے اس عقیدے

ہی کہ حضرت مسیحؑ بن باپ کے کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور انھوں نے احیاءِ موتیٰ وغیرہ کے معجزے دکھلائے ـــــ ہاں حضرت مسیح کے آسمان پر اُٹھائے جانے ہی کے سلسلے میں عیسائیوں کے اس عقیدے کی قرآن پاک نے صراحت سے اور پورے زور سے تردید کی ہے کہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ اور قرآن مجید نے اُن کی عظیم ترین گمراہی "کفارہ" کے اس عقیدے کو جڑ سے اُکھاڑ دیا جس پر عیسائیوں کی ساری بداعمالیوں کی بُنیاد ہے ـــــ اب ناظرین اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

جو شخص قرآن مجید سے بالکل جاہل نہیں ہے وہ اتنی بات ضرور جانتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کے بارہ میں عیسائیوں اور یہودیوں میں شدید اعتقادی اختلافات تھے، دونوں سخت افراط و تفریط میں مبتلا تھے جس کی کچھ تفصیل یہ ہے:

مسیحؑ کے بارہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا اختلاف اور قرآن کا ناطق فیصلہ

یہود کہتے تھے کہ (معاذ اللہ) وہ مریم کی ناجائز اولاد تھے (وہ بدبخت حضرت مریم صدیقہ پر زنا کی تہمت لگاتے تھے) نیز کہتے تھے کہ وہ (یعنی مسیح بن مریم) نبوت و رسالت کے جھوٹے مدعی اور کذاب و مفتری تھے، اور عوام کو پھانسنے کے لئے معجزوں کے نام سے جو "تماشے اور کرتب" انھوں نے دکھائے وہ ان کی جادوگری اور شعبدہ بازی کے کرشمے تھے، اور ایسے آدمی کے لئے تورات اور اسرائیلی شریعت کا حکم یہ ہے کہ اس کو سُولی پر لٹکا کے ختم کر دیا جائے اور ایسی یہ موت لعنتی موت

ہوگی۔ تو ہم نے تورات کے حکم کے مطابق اُن کو سُولی پر چڑھا کے ختم کردیا اور وہ (معاذاللہ) لعنتی موت مر گئے۔

اس کے بالمقابل عیسائی اُن کو مقدس ترین ہستی اور "ابن اللہ" اور ثالث ثلاثہ (یعنی خدا کا بیٹا اور خدائی کے تین شریکوں میں سے ایک) اور خود خدا کا روپ تک کہتے تھے، وہ اُنکے اُن معجزات پر بھی عقیدہ رکھتے تھے جن کا ذکر انجیلوں میں اور ان کی روایات میں تھا۔ اُن کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح سُولی کے واقعہ کے بعد آسمان پر اُٹھا لئے گئے ــــ یعنی عیسائی یہ بات تسلیم کرتے اور مانتے تھے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کو سولی دلا کر قتل کرادیا یعنی مروا ڈالا۔[1] (اور اسی پر اُن کے نہایت گمراہانہ عقیدہ **کفارہ** کی بنیاد ہے) لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے مسیح کو زندہ کر کے آسمان پر اُٹھا لیا اور وہ آئندہ زمانہ میں پھر اس دنیا میں آئیں گے ــــ (یہاں یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ کوئی فریق اور کوئی طبقہ اس کا قائل اور مدعی نہیں تھا کہ عیسیٰؑ کا

---

[1] شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے "الجواب الصحیح" میں ذکر کیا ہے کہ عیسائیوں میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو مسیح علیہ السلام کے مصلوب و مقتول ہونے سے منکر تھے، وہ کہتے تھے کہ ان کے دھوکے میں ایک اور شخص (یہودا) مصلوب ہوا جس نے جاسوسی کی تھی۔ اللہ نے اسکی صورت بالکل عیسیٰؑ جیسی بنا دی اور حضرت عیسیٰؑ کو صحیح سلامت آسمان پر اُٹھا لیا۔ برناباس کی انجیل میں بھی یہی لکھا ہے۔ یہ مسلمانوں کے عقیدہ اور قرآن مجید کے بیان کے بالکل مطابق ہے، لیکن دُنیا کے عام عیسائی مصلوبیت کے قائل ہیں، اور مروجہ انجیلوں میں بھی یہی ہے اور اسی پر ان کے عقیدہ کفارہ کی بنیاد ہے۔ ۱۲

طبعی موت سے انتقال ہوا)

عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں دونوں فریقوں کا مذکورۂ بالا عقیدہ اور موقف ان کی تاریخ اور موجودہ انجیلوں میں مذکور ہے اور اس کے زیادہ تر اجزا قرآن مجید میں بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔ پس اس حالت میں کہ اگلے اہلِ کتاب کے ان دونوں گروہوں ـــ یہودیوں اور عیسائیوں ـــ میں حضرت مسیح کے بارے میں اتنے شدید اعتقادی اختلافات تھے اور وہ دونوں افراط و تفریط اور کفر و شرک کی گمراہیوں میں مبتلا تھے، ضروری تھا کہ "قرآن مجید" جو اللہ تعالیٰ کی آخری "کتابِ ہدایت" ہے، ان اختلافات کے بارہ میں واضح فیصلہ دے، دونوں فریقوں کی گمراہیوں کو رد کر کے اصل حقیقت بتلائے اور حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دے ـــ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تنزیل کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے :-

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ	اور اے پیغمبر، ہم نے تم پر یہ کتاب (قرآن)
إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي	خاص اس واسطے نازل کی ہے کہ جن
اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى	باتوں میں ان لوگوں کے درمیان اختلاف
وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝	ہے تم اس کو صاف صاف بیان کردو
(سورۂ نحل آیۃ ۶۴)	اور ماننے والوں کے لئے ہدایت اور
	رحمت ہو۔

چنانچہ قرآنِ مجید نے حضرت مسیحؑ سے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کے ان اختلافات کے بارہ میں واضح فیصلہ دیا اور ہر فریق کی گمراہیوں کو رد کر کے جو حق تھا

اس کا اعلان فرما دیا۔

عیسائیوں کے عقیدہ الوہیتِ مسیح، اسی طرح ابنیت و ولدیتِ مسیح اور تثلیث کے نظریہ کی قرآنِ پاک نے شدّت کے ساتھ تردید کی اور اس کو خالص کفر قرار دیا۔ (مائدہ آیت ۱۷، ۷۲، ۷۳)

اور سورۂ مریم کے آخر میں فرمایا کہ "کسی کو خدا کا بیٹا اور اس کی اولاد قرار دینے کی بات اتنی خبیث و شدید ہے کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ لرز کر زمیں بوس ہو جائیں"۔ (آیت ۸۸، ۸۹، ۹۰)

اور سورۂ زخرف میں فرمایا کہ "مسیح کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ہمارے ایک بندہ ہیں جن کو ہم نے خاص انعامات سے نوازا"۔ (آیت ۵۹)

الغرض قرآن مجید نے بیسیوں مقامات پر یہ اعلان فرمایا کہ عیسائیوں کا مسیحؑ کی الوہیت اور ابنیت و ولدیت اور تثلیث کا عقیدہ سخت گمراہی اور ربِّ ذوالجلال کی شانِ پاک میں شدید گستاخی اور صریح کفر ہے۔ مسیح بس اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور عیسائیوں کا یہ کہنا کہ خود مسیح نے ہم کو یہ تعلیم دی تھی، اس پاک اور معصوم پیغمبر پر افترا ہے اور وہ قیامت میں خدا کو گواہ بنا کر اس سے اپنی براءت ظاہر کر دیں گے۔ (آخر سورۂ مائدہ)

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہودیوں کی گمراہی کو بھی قرآنِ پاک نے رد فرمایا ــــ صراحت کے ساتھ اعلان فرمایا کہ عیسیٰؑ بن مریم اللہ کے سچے اور برگزیدہ رسول اور مقرب بندے ہیں۔ وہ "کلمۃ اللہ" ہیں، یعنی اللہ نے ان کو اپنی خاص قدرت اور حکم سے معجزانہ طور پر کنواری مریم کے بطن سے پیدا کیا۔

بغیر اس کے کہ کسی مرد نے اُن کو چھوا ہو ۔۔۔۔ اور مریم اللہ کی برگزیدہ بندی اور صدیقہ تھیں۔ ۔۔۔۔ یہودی ان کے بارہ میں جو کہتے ہیں وہ اس پاک بندی پر اُن کا "بہتان عظیم" ہے اور اس کی وجہ سے وہ خدا کی لعنت اور عذاب کے مستحق ہیں۔

۔۔۔۔ (سورۂ آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ اور سورۂ مریم میں یہ سب مضامین بیان کیے گئے ہیں۔)

مسیحؑ مقتول و مصلوب نہیں ہوئے، بلکہ اُٹھا لیے گئے

حضرت مسیح علیہ السّلام سے متعلق یہودیوں کی گمراہیوں کے رد ہی کے سلسلے میں قرآنِ مجید نے ایک بات یہ بھی فرمائی کہ یہودیوں کا یہ عقیدہ اور دعویٰ بھی غلط اور موجبِ لعنت و عذاب ہے کہ ہم نے مسیح کو سُولی دلا کر مار ڈالا ۔۔۔۔ (وَ قَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ) ۔۔۔۔ آگے فرمایا، اصل واقعہ یہ ہے کہ ۔۔۔۔

"وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" (یعنی مسیح کو نہ انھوں نے قتل کیا نہ سُولی پر چڑھایا بلکہ قدرت کی طرف سے اُن کے لیے شُبہ کی ایک صورت پیدا کر دی گئی، جس کی وجہ سے وہ ایسا خیال کرنے لگے [۱]۔ ۔۔۔۔ پھر فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم

---

[۱] واقعہ کیا ہوا، اور کس طرح لوگوں کو ایسا خیال ہو گیا؟ اس کی تفصیل عام تفسیروں میں مذکور ہے اور برنباس کی انجیل کا بیان بھی بالکل اس کے مطابق ہے۔ ۱۲

بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○

اَلنِّسَاء آیۃ ۱۵۷، ۱۵۸

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ (یہودی اور عیسائی) مسیح کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں (کہ وہ مصلوب و مقتول ہو کر ختم ہو گئے یا پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لیے گئے) اُن کے پاس اس واقعہ کے بارے میں صحیح علم نہیں ہے، صرف بے اصل اٹکلیں اور بے بنیاد قیاس آرائیاں ہیں جن پر وہ چلتے ہیں، صحیح اور یقینی بات یہ ہے کہ انھوں نے اُن کو قتل کیا ہی نہیں، بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اُٹھا لیا، اور اللہ پوری طاقت اور حکمت والا ہے۔ (جس نے اپنی کامل قدرت اور حکمت سے یہ سب کچھ کیا۔)

بالکل واضح اور کھلی ہوئی بات ہے کہ اِن آیتوں میں قرآن مجید نے حضرت مسیحؑ کے مقتول و مصلوب ہونے کی (یعنی صلیب پر چڑھائے جانے اور مار ڈالے جانے کی) تو پوری وضاحت سے نفی کر دی (بلکہ ایک دوسری آیت "وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ (مائدہ آیۃ ۱۱۰) میں یہ بھی بتلا دیا کہ اللہ نے اُن کو ایسا بچایا کہ اُن کے دشمن یہودی اُن کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکے)۔ تو اِن آیتوں نے یہودیوں کے اس لعنتی دعوے اور عقیدے کی واضح تردید کر دی کہ ہم نے مسیح کو صلیب پر چڑھا کے ختم کر دیا اور مار ڈالا، اور اس کے ساتھ عیسائیوں کے نہایت خطرناک اور دین کو برباد کر دینے والے عقیدے کفارہ کو بھی جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیا (کیونکہ اس کی بنیاد اسی عقیدے پر ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر چڑھائے گئے

اور "قتل" و "صلب" کی اس نفی کے ساتھ قرآن مجید نے عیسٰے علیہ السّلام کے لئے رفع (اٹھائے جانے) کا اثبات کیا اور "بل" کا کلمہ درمیان میں لاکر فرمایا "بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ" یعنی ان پر "قتل" کا فعل قطعاً واقع نہیں ہوا، بلکہ اللہ نے اُن کو اپنی طرف اُٹھالیا۔۔۔ آیت کے اس آخری لفظ سے صاف معلوم ہوا کہ عیسائیوں کے عقیدہ کا یہ جزء صحیح ہے کہ مسیحؑ اوپر اُٹھا لیے گئے۔

رفع" کی قادیانی تاویل

قادیانیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس آیت میں "رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے درجے بلند کردیئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے "روحانی رفع" مراد ہے۔۔۔۔۔ لیکن جس شخص کو ذرا بھی عربیت سے واقفیت ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت میں رفع کے معنی ایسے ہونے چاہئیں جو قتل کی ضد ہوں یعنی مقتول ہونے کے ساتھ جمع نہ ہو سکیں۔ اور ظاہر ہے کہ کسی نبی کے رفعِ روحانی و رفعِ درجات میں اور دشمنوں کے ہاتھ سے اُن کے مقتول ہونے میں قطعاً کوئی منافات اور تضاد نہیں ہے، بلکہ راہِ خدا میں مظلومانہ قتل کیے جانے سے تو درجے اور زیادہ بلند ہو جاتے ہیں، اسی لئے کہنے والے نے کہا ہے

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا!

ہر مُدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

قرآن مجید میں متعدد جگہ انبیاء علیہم السّلام کے ناحق مقتول ہونے کا ذکر ہے ("وَقَتۡلِهِمُ الۡاَنۡبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ"۔۔۔۔ "يَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ"

وغیرہ وغیرہ) ـــ ظاہر ہے کہ اللہ کے یہ سب پیغمبر جو ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اس شہادت کی وجہ سے اُن کے درجے بلند ہی ہوئے ـــ الغرض "رفعِ روحانی" اور "رفعِ درجات" ہرگز مقتول ہونے کے منافی نہیں ہے ـــ ہاں جسم کے ساتھ صحیح وسالم اُٹھالیا جانا بے شک مقتول ہونے کے منافی ہے اسلئے "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" کا مطلب یہی صحیح ہوگا کہ مسیحؑ کو اُن کے دشمن قتل نہیں کر سکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے صحیح وسلامت اُن کو اپنی طرف اُٹھالیا ـــ اور اپنی طرف اُٹھانے کا مطلب یہی ہوگا، کہ آسمان پر اُٹھالیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ ہماری طرح کسی مکان کا مکین نہیں ہے، لیکن قرآن مجید کے بیان کے مطابق آسمان کو اس سے ایک خاص مکانی نسبت ضرور ہے ـــ فرمایا گیا ہے :-

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ ـــ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ـــ

اور کئی جگہ فرمایا گیا ہے :- "ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ"

یہ آیتیں اس کی صریح دلیل ہیں کہ آسمان کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک سے ایک خاص مکانی نسبت ہے ـــ اور اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو "مومنہ" فرمایا، جس سے پوچھا گیا تھا کہ "خدا کہاں ہے ؟" ـ تو اس نے جواب دیا تھا "فِي السَّمَآءِ" (یعنی وہ آسمان میں ہے)۔

ـــ صحیح مسلم ص ۲۱۴ ج ۱

اس سلسلہ میں ایک دوسری قطعی فیصلہ کُن بات یہ ہے کہ جیسا کہ اُوپر تفصیل سے جتلایا گیا، عیسائی عام طور سے مسیح علیہ السّلام کے اُٹھا لئے جانے کا عقیدہ رکھتے تھے اور آج بھی انجیلوں میں صراحتہً یہ عقیدہ موجود ہے پھر بعض مقامات پر آسمان پر اُٹھائے جانے کے الفاظ ہیں اور بعض جگہ صرف اُوپر اُٹھائے جانے کا ذکر ہے اور انجیل کے عربی ترجموں میں ان موقعوں پر رَفع ہی کا لفظ ہے، اب اگر یہ مانا جائے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کے مصلوب ہونے کے عقیدہ کی طرح اُن کے اٹھا لئے جانے کا عقیدہ بھی غلط اور مشرکانہ تھا تو قرآن مجید پر سخت الزام آئے گا کہ اُس نے اس موقع پر اس عقیدہ کی نہ صرف یہ کہ تردید نہیں کی بلکہ یہ غضب کیا کہ "بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡه" اور دوسری جگہ "مَا فِعُكَ اِلَیَّ" فرما کر عیسائیوں کے اس عقیدہ پر گویا مہر تصدیق ثبت کر دی اور انتہا یہ کہ اس نے لفظ بھی وہی رفع کا بولا جو خود عیسائی اپنے اس عقیدہ کے اظہار کے لئے بولتے تھے اور جو انجیلوں میں اب تک بھی موجود ہے اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک جمہور امت نے بھی قرآن پاک کے ان الفاظ سے یہی سمجھا کہ حضرت عیسیٰؑ اوپر اُٹھا لئے گئے ____ پھر تو (معاذ اللہ) قرآن مجید نے خود ہی لوگوں کو گمراہ کیا اور ساری اُمّت کو ایک شرک عظیم میں جھونک دیا ____.

الغرض ہر معمولی سی سمجھ رکھنے والا بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السّلام کے قتل و صلب کے عقیدہ کی طرح اُن کے اُوپر اُٹھا لئے جانے کا عقیدہ بھی غلط اور گمراہانہ ہوتا تو پھر جس طرح "مَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ" فرما کر اور پھر "وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا" کو مکرر لا کر عقیدہ قتل و صلب کی پوری شدت

اور صراحت سے تردید کی گئی ہے، اسی طرح "عقیدۂ رفع" کی بھی واضح تردید اس موقع پر کی جاتی، لیکن ہوا یہ کہ بجائے نفی اور تردید کے صاف صاف "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" اور دوسری جگہ "وَرَافِعُكَ اِلَیَّ" فرما کر قرآن مجید نے عیسیٰ علیہ السّلام کا "رفع" (یعنی اٹھالیا جانا) بیان کیا ـــــ الغرض عیسائی عقیدے اور انجیلوں کی تصریحات کو سامنے رکھنے کے بعد اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ قرآن مجید نے ان کے عقیدہ کے اس جز کی (یعنی مسیح علیہ السّلام کے اٹھا لئے جانے کی) تردید نہیں کی بلکہ اس کی واضح تصدیق کی ہے جس طرح عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تصدیق کی ہے کہ حضرت مسیحؑ بن باپ کے کنواری مریم کے بطن سے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے اور وہ "كَلِمَةُ اللّٰهِ" ہیں۔ اور جس طرح قرآن مجید نے حضرت مسیح کے احیاء موتیٰ وغیرہ ان معجزات کی تصدیق کی ہے جو انجیل میں بیان کئے گئے ہیں اور عیسائی جن کا دعویٰ کرتے اور عقیدہ رکھتے تھے۔

اگر کسی کے دل میں بیماری اور کجی نہ ہو اور قرآن مجید پر ایمان ہو تو ہماری اس گفتگو کے بعد اس کو اس میں شک و شبہ باقی نہیں رہے گا کہ جس اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو اپنی خاص قدرت سے معجزانہ طور پر بن باپ کے پیدا کیا تھا، اسی طرح ان کے دشمن یہودیوں کی گرفت سے اور قتل و صلب سے بالکل محفوظ رکھ کر معجزانہ طور پر ان کو صحیح سلامت زندہ آسمان پر اٹھا لیا ـــــ

حضرت مسیح کی حیات اور نزول کا قرآن مجید سے واضح ترین ثبوت

پھر اسکے بعد والی

آیت میں ایک خاص انداز میں اُن کی حیات اور آخری زمانہ میں اُن کے نزول اور پھر اِس دُنیا میں اُن کے وفات پانے کی اطلاع دی گئی ہے ـــــ ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝

اور سب ہی اہل کتاب عیسےٰ علیہ السّلام کی موت سے پہلے اُن پر ضرور بالضرور ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن وہ ان کے بارہ میں شہادت دیں گے۔

سباق وسباق کی روشنی میں آیت کا مطلب

جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے اوپر کی آیتوں میں یہودیوں کے اِس باطل فرعونی دعوے کی کہ ـــــ ہم نے مسیح بن مریم کو مار ڈالا اور سولی پر چڑھا دیا اور وہ (معاذ اللہ) لعنتی موت مرگیا ـــــ (اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ) ـــــ یہ فرما کر تردید کی گئی تھی کہ اُن کا یہ دعویٰ قطعاً غلط اور باطل ہے وہ مسیح بن مریم کو قتل نہیں کر سکے نہ سُولی پر چڑھا سکے بلکہ وہ اس بارہ میں شبہ اور دھوکے میں پڑ گئے (مسیحؑ کے دھوکے میں انھوں نے ایک دوسرے غدار اسرائیلی کو سُولی پر لٹکا دیا جو اُن کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا) اور مسیح بن مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تدبیر اور قدرت سے صحیح سالم آسمان پر اُٹھا لیا، اُن کے دشمن یہودی ان کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکے (وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ...... وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۢ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ

عَزِيْزًا حَكِيْمًاo) اور جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے اسی بیان سے عیسائیوں کے انتہائی گمراہانہ عقیدہ کفارہ کی بھی تردید کر دی گئی تھی۔

اس کے بعد متصلاً یہ آیت۔۔ "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًاo" اسی بحث اور مضمون کا آخری جز اور گویا "مقطع کا بند" ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے ــــ کہ مسیح بن مریم کے مقتول و مصلوب نہ ہونے اور صحیح سالم آسمان پر اٹھا لیے جانے کی بات جو آج وحی اور قرآن کے ذریعہ بیان کی جا رہی ہے۔ اس کی یہود و نصاریٰ کو بھی اس وقت مشاہدہ سے تصدیق ہو جائے گی جب مسیح بن مریم اس دنیا میں پھر بھیجے جائیں گے اور یہیں آنے کے بعد وفات پائیں گے، اور جو اہل کتاب اس وقت زندہ اور باقی ہوں گے وہ حضرت مسیح کی وفات سے کچھ پہلے اُن کی حیات ہی میں اُن پر ایمان لے آئیں گے ــــ یعنی یہودی جو ہمیشہ ان کے منکر اور دشمن رہے اور معاذ اللہ ان کو ولد الزنا تک کہتے رہے وہ اپنے اس خبیث کفر سے توبہ کر کے ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان کو اللہ کا سچا نبی و رسول اور برگزیدہ بندہ مان لیں گے ــــ اسی طرح نصاریٰ بھی جنھوں نے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا اور ثالث ثلاثہ بنایا تھا وہ بھی اپنے اس مشرکانہ عقیدہ سے توبہ کر کے اُن کو اللہ کا مقرب بندہ اور نبی و رسول مان لیں گے اور یہ دونوں گروہ اُس دین محمدی کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے جس کے اُس وقت حضرت مسیح بن مریم داعی و منادی اور علمبردار ہوں گے۔

آگے فرمایا گیا ہے:۔ "وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًاo" یعنی پھر قیامت کے دن حضرت مسیح اِن ایمان لانے والے اہلِ کتاب کے بارہ میں

اللہ کے حضور میں شہادت دیں گے (جس طرح سارے نبی و رسول اپنی اپنی اُمتوں کے بارے میں شہادت دیں گے)۔

الغرض یہ آیت حضرت مسیح بن مریم کے مقتول و مصلوب نہ ہونے اور صحیح سالم آسمان پر اُٹھا لیے جانے سے متعلق اُس مضمون کا تتمہ اور تکملہ ہے اور گویا اُس پر آخری مُہر ہے جو اوپر کی آیتوں میں بیان فرمایا گیا ہے ——— اور سیاق و سباق یعنی سلسلۂ کلام اور اسلوب بیان اور نحوی قواعد کے لحاظ سے اس آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے جس کی بنیاد اس پر ہے کہ آیت میں "بِہٖ" اور "مَوْتِہٖ" کی ضمیریں مسیحؑ بن مریم کی طرف راجع ہیں جن کا اُوپر کی آیتوں میں بار بار ذکر آیا ہے ——— امام تفسیر ابن جریر طبری اور حافظ عمادالدین ابن کثیر نے اپنی تفسیروں میں (جو تفسیر کے پُورے کتب خانہ میں امتیاز رکھتی ہیں) اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور اسی تفسیر کو روایت اور درایت سیاق و سباق اور عربیت کے لحاظ سے صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔

آیت کی تفسیر صحابہ کرام اور ائمہ تفسیر کے ارشادات سے

حضرات صحابۂ کرام سے بھی آیت کی یہی تفسیر صحیح سندوں کے ساتھ منقول ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیت کی یہ تفسیر صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں روایت کی گئی ہے ان کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کے ارشاد فرمایا کہ "اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً یہ ہونے والا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کے حکم سے حاکم عادل کی حیثیت سے (قیامت سے پہلے) نازل ہوں گے اور وہ یہ عظیم کارنامے

انجام دیں گے اور اس زمانہ میں بڑی خیر و برکت ہو گی ــــــ حضرت ابوہریرہ رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا، یہ ارشاد نقل کر کے فرماتے تھے کہ ــــــ اِقْرَأُوْا اِنْ شِئْتُمْ "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الآیۃ" (یعنی اگر تم حضرت مسیح کے نازل ہونے کا بیان قرآن میں پڑھنا چاہو تو یہ آیت پڑھو "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ") ــــــ جیسا کہ عرض کیا گیا، حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہے[1] اور محدثین کی اصطلاح میں یہ "متفق علیہ" حدیث ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اس آیت کا مطلب وہی سمجھا اور بیان کیا ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مطلب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تلقین و تعلیم سے سمجھا ہو گا[2] ــــــ اُن کے علاوہ حبر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی آیت کا یہی مطلب سمجھا اور بیان کیا ہے جیسا کہ ابن جریر نے پوری سند کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے ــــ اور

---

[1] صحیح بخاری باب نزول عیسٰے بن مریم۔ وصحیح مسلم باب نزول عیسٰی بن مریمؑ حاکما بشریعۃ نبینا (کتاب الایمان)۔ [2] یہ گفتگو اس مفروضہ پر کی گئی ہے کہ روایت کے آخر میں بطور استشہاد اور سند کے آیت کا جو حوالہ ہے اسکو حدیث نبوی کا جز نہ مانا جائے بلکہ حضرت ابوہریرہ کا قول قرار دیا جائے۔ لیکن اگر اس کو حدیث مرفوع کا جز قرار دیا جائے (جیسا کہ از روئے دلائل ہمارے نزدیک راجح ہے) تو پھر آیت کی یہ تفسیر خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہو گی ــــــ تفصیلی بحث کیلئے مطالعہ کیا جائے حضرۃ الاستاد مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کا رسالہ "عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسٰے علیہ السلام" ص ۱۳۹

حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ابن جریر کی اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں :-

"وبھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح" ۔۔۔۔ (فتح الباری ص۳۸۱ جز۱۳)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی اس آیت کا مطلب قطعیت کے ساتھ وہی بیان کیا ہے جو حضرت ابو ہریرہ کی مندرجہ بالا روایت سے معلوم ہوا۔ ابن جریر نے اس کو صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے۔

اور تابعین میں حضرت حسن بصریؒ اور بعض دیگر حضرات سے بھی آیت کی یہی تفسیر ابن جریر نے اپنی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔

امام ابن جریر نے اپنے اصول اور طریقہ کے مطابق اس آیت کی تفسیر میں بعض دوسرے اقوال بھی نقل کیے ہیں اور پھر روایت اور درایت کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ آیت کی صحیح اور راجح تفسیر وہی ہے جو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس سے ابھی اوپر نقل کی گئی ہے اور "بہ" اور "موتہ" کی ضمیریں حضرت عیسٰی ہی کی طرف لوٹتی ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے ابن جریر کا یہ کلام اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے اور خود بھی نہایت محکم دلائل سے اس کی تائید کی ہے (ابن جریر کا وہ کلام نقل کرنے کے بعد جس میں انھوں نے آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:-

ثم قال ابن جریر واولی ھذہ الاقوال بالصحۃ القول الاول وھو انه لا یبقی احد من اھل الکتاب

بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام الا آمن بہ قبل موت عیسیٰ علیہ السلام ــــ ولا شک ان ھذا الذی قالہ ابن جریر ھو الصحیح لانہ المقصود من سیاق الآی فی تقریر بطلان ما ادعتہ الیھود من قتل عیسیٰ وصلبہ وتسلیم من سلم لھم من النصاریٰ الجھلۃ ذالک۔ فاخبر اللہ انہ لم یکن الامر کذالک وانما شبہ لھم فقتلوا الشبہ وھم لا یتبینون ذالک ثم انہ رفعہ الیہ وانہ باق حیٌّ وانہ ینزل قبل یوم القیٰمۃ کما دلت علیہ الاحادیث المتواترۃ التی سنوردھا انشاء اللہ قریباً..

...... فاخبرت ھذہ الکریمۃ انہ یومن بہ جمیع اھل الکتاب حینئذٍ ولا یتخلف عن التصدیق بہ واحد منھم ولھذا قال "وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ" ای قبل موت عیسیٰ علیہ السلام الذی زعم الیھود ومن وافقھم من النصاریٰ انہ قتل وصلب۔

ــــــــــ تفسیر ابن کثیر ج ۱ صفحہ ۵۷۷

حافظ ابن کثیر کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ابنِ جریر نے آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان سب اقوال میں زیادہ صحیح اور قابلِ

ترجیح پہلا قول ہے اور وہ یہ کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو ان کے وفات پانے سے پہلے اس وقت کے سب ہی اہلِ کتاب اُن پر ایمان لے آئیں گے --- اور آیت کی یہ تفسیر اس لئے قابلِ ترجیح اور زیادہ صحیح ہے کہ اوپر کی آیتوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں یہودیوں کے اس دعوے کی اور جاہل و گمراہ عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تردید کی گئی ہے کہ وہ قتل کئے گئے اور صلیب پر چڑھائے گئے --- اللہ تعالیٰ نے اوپر کی آیتوں میں اس کو باطل قرار دیا ہے اور یہ انکشاف فرمایا ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ اُن کے بجائے ایک اور آدمی قتل کیا گیا (جو اُن کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا) اور سُولی پر لٹکا دیا گیا اور خود مسیح بن مریم کو اللہ تعالیٰ نے صحیح و سالم اٹھا لیا اور وہ زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے وہ نازل ہوں گے، جیسا کہ اُن حدیثوں سے بھی معلوم ہوا ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں ..... (آگے حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں) پس اس آیت کریمہ (وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ) نے بتلایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے تو اس وقت سارے ہی اہلِ کتاب اُن پر ایمان لے آئیں گے اور ایک بھی ایسا باقی نہ رہے گا جو اُن پر ایمان نہ لائے --- اسی لئے فرمایا گیا ہے "وان من اهل الكتاب اِلَّا ليؤمنن به قبل موته" یعنی سارے اہلِ کتاب اُن پر (یعنی حضرت عیسیٰ پر) ایمان لے آئیں گے، اُن کی موت سے پہلے، یعنی ان عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے جن کے بارہ میں یہودیوں کا دعویٰ ہے اور اُن سے اتفاق کرنے والے جاہل عیسائیوں کا بھی عقیدہ ہے کہ وہ مقتول مصلوب

ہو چکے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت کی تفسیر میں ہم نے یہاں مفسرین میں سے صرف امام ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیر دمشقی کا کلام نقل کیا ہے اور اس کو کافی سمجھا ہے، کیونکہ تفسیر میں ان دونوں حضرات کو اور انکی کتابوں کو خاص امتیازی مقام حاصل ہے جس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو کتب تفسیر کے بارے میں کچھ واقفیت رکھتا ہے۔ اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے آیت کی جس تفسیر کو ترجیح دی ہے وہ جیسا کہ معلوم ہو چکا حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس جیسے جلیل القدر صحابہ کرام سے بھی صحیح اور معتمد سندوں کے ساتھ مروی ہے اور آیت کا سیاق و سباق بھی اس کی تائید کرتا ہے ـــــ دوسرے جو اقوال اس آیت کی تفسیر میں نقل کیے گئے ہیں (جن کو خود ابن جریر اور ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے) اگر ان میں سے کوئی قول لیا جائے تو آیت اپنے ماقبل وما بعد سے بالکل بے جوڑ سی ہو جاتی ہے، اور اس میں خاص معنویت نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں بعض صورتوں میں ضمیروں کا مرجع وہ قرار دینا پڑتا ہے جس کا قریب میں کہیں ذکر نہیں۔ اور ضمیروں میں انتشار بھی لازم آتا ہے۔

بہر حال آیت کی تفسیر میں جو دوسرے اقوال ہیں وہ روایت و درایت اور سیاق و سباق اور قواعد عربیت کے لحاظ سے یقیناً ضعیف اور ان میں سے بعض تو بہت ہی بعید ہیں۔ حضرۃ الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری نے اسی مسئلہ سے متعلق اپنی بے نظیر تصنیف "عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسٰی علیہ السلام" میں اس آیت کی تفسیر پر تفصیلی اور محققانہ کلام کرنے کے بعد بالکل صحیح فرمایا ہے کہ اگر تفسیر کی کتابوں میں اس آیت سے متعلق دوسرا قول نقل نہ کیا گیا ہوتا تو قرآن فہمی کا ذوق

رکھنے والے کسی شخص کا اس کی طرف ذہن بھی نہ جاتا۔

چونکہ اس وقت اس مسئلہ "حیات مسیح و نزول مسیح" سے متعلق صرف ان لوگوں کے اطمینان کے لئے ایک مختصر مقالہ لکھنا مقصود ہے جن کو کچھ شبہات اور وساوس ہیں اور وہ مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں، اس لئے آیت کی تفسیر سے متعلق صرف اتنے ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے، انشاء اللہ ان کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا، ورنہ اس موضوع پر پچاسوں صفحے لکھے جا سکتے ہیں اور اس کی تائید میں تفسیر کی پچاسوں کتابوں کے حوالے دیئے جا سکتے ہیں۔

ہاں اس مسئلہ اور اسی آیت کی تفسیر سے متعلق اُمت کے ایک مسلّم محقق، عالم و مصنف، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے چند کلمات اس جگہ نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے ——— "القول الصحیح لمن بدّل دین المسیح" عیسائیت اور عیسائیوں کے رد میں شیخ الاسلام کی مشہور معرکۃ الآراء کتاب ہے جو چار جلدوں میں ہے، اُس میں ضمنی طور پر ممدوح نے اس آیت کی تفسیر اور تشریح پر بھی حسب عادت مفصل اور مدلل کلام کیا ہے ——— پورا کلام بہت طویل ہے، ہم اس کے صرف چند جملے یہاں نقل کرتے ہیں ——— فرماتے ہیں:

ثم قال "وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته" وهذا عند اكثر العلماء معناه قبل موت المسيح۔	پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے "وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ" اور اکثر علماء کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سب اہل کتاب مسیح کی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے آیت کی تفسیر میں دوسرے بعض اقوال نقل کر کے دلائل سے اُن کا غیر صحیح اور ضعیف ہونا ثابت کیا ہے، اس کے بعد نتیجۂ بحث کے طور پر فرماتے ہیں:۔

فدل ذالک علی ان جمیع اھل الکتاب الیھود و النصاریٰ یومنون بالمسیح قبل موت المسیح وذالک اذا نزل آمنت الیھود والنصاریٰ بانہ رسول اللہ لیس کاذباً کما یقول الیھودی ولا ھو اللہ کما تقولہ النصاریٰ۔

پس اس بحث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مسیح علیہ السلام کے وفات پانے سے پہلے سارے اہلِ کتاب یہودی اور عیسائی اُن پر (یعنی حضرت مسیح) پر ایمان لے آئیں گے اور یہ اسوقت جب وہ اس دُنیا میں نازل ہونگے تو سارے یہودی اور عیسائی اِس پر ایمان لے آئینگے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں جھوٹے دعویٰ نبوت نہیں ہیں جیسا کہ یہودی کہتے تھے اور خدا بھی نہیں ہیں جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ تھا۔

اسکے بعد شیخ الاسلام نے دلائل سے اس پر روشنی ڈالی ہے کہ اس آیت میں "اہل الکتاب" سے مُراد وہی اہلِ کتاب ہو سکتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کی وفات سے پہلے موجود ہوں گے۔ وہ سب کے سب حضرت مسیحؑ کی وفات سے پہلے اُن پر ایمان لے آئیں گے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

وسبب ایمان اهل الكتاب به حينئذٍ ظاهر فانه يظهر لكل احد انه رسول مويد ليس بكذاب ولا هو رب العلمين فالله تعالىٰ ذكر ايمانهم به اذا نزل الى الارض
——— الجواب الصحيح جلد دوم صفحہ ۲۸۱، ۲۸۳

اور اُس وقت ان اہل کتاب کے ایمان لانے کا سبب بالکل ظاہر ہے کیونکہ ہر ایک کھلی آنکھوں دیکھ لے گا کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اللہ کی تائید اُن کے ساتھ ہے، نہ وہ جھوٹے مدعی نبوت ہیں اور نہ خود رب العلمین ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اُن کے نازل ہونے کے وقت اہل کتاب کے ان پر ایمان لانے کا ذکر کیا ہے۔

پھر اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ شیخ الاسلام نے حضرت ابوہریرہؓ کی وہ حدیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالہ سے پہلے ذکر کی جا چکی ہے اور اسی مضمون اور اس سلسلہ کی بعض اور حدیثیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

وهذا تفسير قوله تعالىٰ "وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته" اے يومن بالمسيح قبل ان يموت حين نزوله الى الارض وحينئذٍ لايبقى

(اور ان حدیثوں میں حضرت مسیحؑ کے آخری زمانہ میں نازل ہونے کا جو بیان کیا گیا ہے) یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ" کی تفسیر ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں جب مسیح علیہ السلام

یہودی ولا نصرانی	نازل ہوں گے تو ان کے وفات پانے
ولا یبقیٰ دین الا دین	سے پہلے تمام اہل کتاب اُن پر ایمان
الاسلام۔	لے آئینگے اور اُسوقت کوئی یہودی اور
(الجواب الصحیح ص۳۰۶ ج۲)	کوئی عیسائی باقی نہیں رہے گا، اور
	دینوں میں سے بس دین اسلام باقی
	رہ جائے گا۔

شیخ الاسلام کی ان عبارتوں میں بار بار یہ بات دُہرائی گئی ہے کہ صحیح حدیثوں کے بیان کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے، اور یہاں آنے کے بعد یہیں وفات پائیں گے اور اُن کے وفات پانے سے پہلے سارے اہل کتاب اُن پر ایمان لے آئیں گے۔ اور یہ کہ شیخ الاسلام کے نزدیک قرآنی آیت "وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہٖ قبل موتہٖ" کی یہی صحیح تفسیر ہے۔

ہم نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی یہ عبارتیں اسلئے بھی یہاں نقل کر دینا مناسب سمجھا کہ ان کی علمی عظمت اور قرآن و حدیث کے فہم میں اُن کے امتیاز و مہارت اور اسلام کی تاریخ میں ان کی مجددیت کے وہ لوگ بھی عام طور سے قائل ہیں جو آج کل "دانشور" کہلاتے ہیں اور خود مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کو اپنے وقت کا "امام" اور مجدد لکھا ہے۔ اور ان کے بارے میں یہ سفید جھوٹ بھی بولا ہے کہ وہ حیات مسیح کے منکر اور وفات مسیح کے قائل تھے ــــ (کتاب البریہ، و تتر الخلافہ)

"الجواب الصحیح" کی ان عبارتوں کو پڑھ کر ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد

اور اُن کے متبعین اس قسم کی غلط بیانیوں میں کس قدر بے باک ہیں ـــــ یہاں ہم نے شیخ الاسلام کی صرف ایک کتاب "الجواب الصحیح" سے چند عبارتیں نقل کی ہیں، ان کی دوسری کتابوں سے بھی ایسی پچاسوں عبارتیں نکال کے پیش کی جا سکتی ہیں۔

اختصار کے ارادہ کے باوجود آیت کی تفسیر سے متعلق بحث کچھ طویل ہو گئی، اب ہم اس آیت کا وہ مختصر ایک سطری ترجمہ نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں جو بارھویں صدی کے مسلّم مجدد اور ہندوستان کے مایہ ناز محقق و عارف حضرت شاہ ولی اللہؒ نے کیا ہے ـــــ شاہ صاحب نے سورۂ نساء کی اس آیت "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا ۝" کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:-

"و نباشد ہیچکس از اہلِ کتاب اِلّا البتہ ایمان آورد بہ عیسٰے علیہ السلام پیش از مُردنِ عیسٰی، و روزِ قیامت باشد عیسٰے گواہ بر ایشان"

(فتح الرحمٰن فارسی ترجمۂ قرآن از شاہ ولی اللہؒ)

اس کا اُردو ترجمہ یہ ہے:-

"اور اہلِ کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ یقیناً اور لازماً ایمان لائے گا حضرت عیسٰی علیہ السلام پر حضرت عیسٰی کی موت سے پہلے، اور حضرت عیسٰےؑ قیامت کے دن اُن کے بارہ میں گواہی دیں گے"۔

شاہ صاحب کے اس ترجمہ سے ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک بھی آیت کی تفسیر اور اس کا مطلب وہی ہے جو حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس نے سمجھا اور بیان فرمایا۔ اور جس کو ابنِ جریر طبری، ابن کثیر دمشقی اور امام ابن تیمیہؒ وغیرہ نے دلائل کی روشنی میں

صحیح اور راجح قرار دیا ہے اور جس کی بنا پر یہ آیت حیات مسیح اور نزول مسیح کی واضح ترین دلیل ہے۔

ہم نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ترجمہ بھی اس لئے یہاں نقل کیا کہ حضرت شاہ صاحب کی شخصیت بھی اس طبقہ میں مسلّم ہے جس کو آج کل دانشوروں کا طبقہ کہا جاتا ہے اور جن کے دل و دماغ "نزول مسیح اور حیات مسیح" جیسے مسائل و حقائق کے بارہ میں شیطانی شبہات اور قادیانی وساوس کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں ـــــ اور خود قادیانی بھی حضرت شاہ صاحب کو دین کے بارہ میں سند سمجھتے اور ان کو بارھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں۔

ایک اور آیت

سورۂ زخرف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے، اسی سلسلۂ کلام میں فرمایا گیا ہے:۔

"وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا۔"

اور وہ جیسے نشانی ہیں قیامت کی تم اس کے بارہ میں شک نہ کرو۔"

آیت کی تفسیر و تشریح

اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کو جو قیامت کی نشانی بتلایا گیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ آخری زمانہ میں قیامت سے پہلے اُن کا نزول اس کی خاص نشانی اور علامت ہے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت حذیفہ بن اُسید الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر قیامت سے

پہلے ظاہر ہونے والی اس کی خاص اور اہم دس نشانیاں ہم لوگوں کو بتلائیں۔ اس سلسلے میں آپؐ نے دجّال اور دابۃ الارض کے ظہور کا اور سورج کے مغرب کے سمت سے طلوع ہونے کا بھی ذکر فرمایا، اور ارشاد فرمایا "ونزول عیسٰی بن مریم" یعنی عیسٰی بن مریم کا نازل ہونا بھی قیامت کی خاص نشانیوں میں سے ہے ـــــــ (صحیح مسلم جلد ثانی ص۳۹)

صحیح مسلم کی یہ حدیث اور دوسری وہ تمام حدیثیں جن میں عیسٰی علیہ السّلام کے نازل ہونے کو قیامت کی نشانیوں میں سے بتلایا گیا ہے گویا اسی آیت کی تفسیر ہیں ـــ اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ آیت میں "اِنّهٗ" کی ضمیر کا مرجع عیسٰی علیہ السلام ہی ہیں جن کا اوپر سے سلسلۂ کلام میں ذکر ہو رہا ہے اور جن کی طرف پہلی آیتوں کی تمام ضمیریں راجع ہیں۔

صحابۂ کرامؓ نے بھی اس آیت کا مطلب یہی سمجھا اور بیان کیا ہے ـــ حافظ ابن کثیرؒ نے مسند احمد کے حوالہ سے پوری سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے "وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

ھو خروج عیسٰی بن مریم علیہ السّلام قبل یوم القیٰمۃ۔ (تفسیر ابن کثیر ص۱۳۶/۴)	اس سے مراد قیامت سے پہلے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا ظہور ہے۔

اور در منثور میں آیت کی یہی تفسیر کچھ اضافہ اور وضاحت کے ساتھ "عبد بن حمید" کی تخریج سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔
(در منثور ص۳/۲۶)

جن لوگوں نے تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اکثر آیتوں کی تفسیر میں کئی کئی قول نقل کیے جاتے ہیں ان میں سے بعض صحیح اور بعض غیر صحیح اور بعید بھی ہوتے ہیں اسی طرح اس آیت کی تفسیر میں ایک دو قول اور بھی تفسیر کی کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں ـــــ حافظ ابن کثیر نے اپنے معمول کے مطابق وہ اقوال بھی نقل کیے ہیں اس کے بعد ان اقوال کو غیر صحیح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

الصحیح انہ عائد علی عیسٰی علیہ السلام فان السیاق فی ذکرہ ثم المراد بذالک نزولہ قبل یوم القیمۃ کما قال تبارک وتعالیٰ "وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ" ای قبل موت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔	"آیت کی صحیح تفسیر یہی ہے کہ انّہ کی ضمیر عیسٰی علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے جن کا اوپر سے ذکر چلا آرہا ہے اور حضرت عیسٰیؑ کے قیامت کی نشانی ہونے سے مراد یہ ہے کہ قیامت سے پہلے ان کا نازل ہونا قیامت کی علامت ہے ـــ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے "عیسٰیؑ کی موت سے پہلے سارے اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔"

حافظ ابن کثیر نے اس عبارت میں یہ بھی اشارہ دیا کہ سورۂ زخرف کی یہ آیت (وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ) اور سورہ نساء کی آیت "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ" (جس پر گفتگو کی جاچکی ہے) ان میں سے

ہر آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہو اور دونوں میں قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی ہے۔ اس کے بعد اس تفسیر کی مزید تائید میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:-

ویؤید هذا المعنی القراءة الاخری "وانه لَعَلَمٌ للساعة" ای امارة ودلیل علی وقوع الساعة، قال مجاهد "وانه لعلم للساعة" ای آیة للساعة خروج عیسی بن مریم علیه السلام قبل یوم القیمة، وهکذا روی عن ابی هریرة و ابن عباس وابی العالیه وابی مالک وعکرمة والحسن وقتادة والضحاک وغیرهم وقد تواترت الاحادیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه اخبر بنزول عیسی

آیت کی اس تفسیر اور اس مطلب کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس آیت میں ایک دوسری قرأت ہے "وانہ لعلم للساعۃ" اور اس کا مطلب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ وہ علامت اور دلیل ہیں قیامت کے واقع ہونے کی۔ مجاہد نے کہا کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور و نزول قیامت کی ایک خاص نشانی ہے ____ اور ابو ہریرہ اور ابن عباس اور ابو العالیہ اور ابو مالک اور عکرمہ اور حسن بصری اور قتادہ اور ضحاک اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ تفسیر سے بھی آیت کی یہی تفسیر روایت کی گئی ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی

علیہ السلام قبل یوم القیٰمۃ اماماً عادلاً وحکماً مقسطاً۔
(تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۲ ج ۲)

حدیثیں جن میں آپ نے امت کو اس کی اطلاع دی ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام ایک خلیفہ عادل اور با انصاف حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے، حدِ تواتر کو پہونچی ہوئی ہیں۔

اس آیت کی تفسیر و تشریح میں بھی ہم ابن کثیر ہی کا کلام نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ یہ جامع اور مدلل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے کسی آیت کی تفسیر معلوم ہو جانے کے بعد کسی مزید تائید کی ضرورت نہیں رہتی ——— ورنہ تفسیر کی قریباً سب ہی قابل استناد کتابوں میں اس آیت کی یہی تفسیر کی گئی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تصنیف "الجواب الصحیح" کے حوالہ سے ہم اُن کی وہ عبارتیں ابھی اوپر نقل کر چکے ہیں جن میں انھوں نے سورۂ نساء کی آیت "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته" کی تفسیر کی ہے اور بتلایا ہے کہ اس آیت میں قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے اور ان کی وفات پانے سے پہلے اہل کتاب کے اُن پر ایمان لانے کی خبر دی گئی ہے۔ ——— اُسی سلسلۂ کلام میں انھوں نے کم از کم دو جگہ اپنی تائید میں سورۂ زخرف کی اس آیت "وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا" کا بھی اس طرح ذکر کیا ہے کہ گویا یہ آیت اُن کے نزدیک قیامت سے پہلے حضرت مسیح کے نزول کے بارے میں سورۂ نساء والی آیت سے بھی زیادہ صریح ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:-

لکن المسلمون یقولون
انہ ینزل قبل یوم
القیمۃ ..... ویومن
بہ اھل الکتاب
الیھود و النصاریٰ کما
قال تعالیٰ "وان مّن اھل
الکتاب اِلّا لیؤمنن بہ
قبل موتہ" والقول الصحیح
الذی علیہ الجمھور قبل
موت المسیح قال تعالیٰ
"وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ
فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا"

ص ۳۴۱/۱۲

لیکن اہلِ اسلام اس کے قائل ہیں
اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام
قیامت سے پہلے نازل ہوں گے ....
اور اس وقت کے سب اہل کتاب یہود
و نصاریٰ ان پر ایمان لے آئیں گے
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ نساء میں)
فرمایا ہے "وان مّن اھل الکتاب
الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ" اور
اس کی تفسیر میں صحیح قول جو جمہور اہل
اسلام کا مسلک ہے، یہ ہے کہ "قبل
موتہ" کا مطلب "قبل موت المسیح"
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ
(سورہ زخرف میں) ارشاد فرمایا ہے کہ
"وہ مسیح بن مریم قیامت کی نشانی ہیں
پس تم اس میں شک نہ کرو۔"

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

وھو ینزل الی الارض
قبل یوم القیمۃ ویموت

اور وہ مسیح علیہ السلام قیامت سے
پہلے زمین پر نازل ہوں گے اور

حینئذٍ اخبر بایمانهم به قبل موته کما قال تعالیٰ فی الاٰیة الاخریٰ اِن ھو الا عبد انعمنا علیه.... .... وانه لعلم للساعة فلا تمترن بھا۔

______ الجواب الصحیح ص ۲۸۳/ ۲

یہاں آکر ہی وفات پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نساء والی آیت میں) خبر دی ہے کہ اہلِ کتاب اُن کے وفات پانے سے پہلے اُن پر ایمان لے آئیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں انہی کے بارہ میں فرمایا ہے کہ وہ عیسیٰ بن مریم اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے ایک بندے ہیں جن کو ہم نے اپنی خاص نعمتوں سے نوازا ہے ..... اور وہ بلاشبہ نشانی ہیں قیامت کی پس تم اُس کے بارہ میں شک شبہ نہ کرو۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ رح نے سُورۂ زخرف کی اس آیت " وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ " کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے :-

" وہر آئینہ عیسیٰ نشانی ہست قیامت را " (فتح الرحمٰن)

ہم پھر عرض کرتے ہیں کہ ہم نے دونوں آیتوں کی تفسیر و تشریح میں شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رح اور حضرت شاہ ولی اللہ رح کی عبارتیں صرف اس لئے نقل کی ہیں کہ " دانشور " کہلائے جانے والے جو لوگ ہماری اس تحریر کے خاص مخاطب

ہیں وہ اِن دونوں بزرگوں کی صرف علمی عظمت ہی کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کو اپنے اپنے وقت کا مجدد اور اسلام کا "دانائے راز" جانتے ہیں ـــــ ورنہ اگر مسئلہ نزولِ مسیح و حیاتِ مسیح کے بارہ میں علماء متقدمین و متاخرین کی تصانیف کے حوالے دینے کا ارادہ کیا جائے تو سیکڑوں بلکہ ہزاروں حوالے دیئے جا سکتے ہیں اور اس مسئلہ پر تفصیل سے لکھنے والے علماء کرام یہ کام کر چکے ہیں۔



حاصلِ کلام

اور

اجماعِ اُمّت کی آخری شہادت

ہم نے اس مسئلہ پر کلام شروع کرتے ہوئے کہا تھا کہ مسلمانوں کے عقیدہ نزولِ مسیح اور حیاتِ مسیح کی بُنیاد دو چیزوں پر ہے، ایک قرآن مجید کی بعض آیات اور دوسرے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ کثیر التعداد احادیث جو مجموعی اور معنوی حیثیت سے یقیناً حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں ——

گزشتہ صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا، یقین ہے کہ اُس کے مطالعہ کے بعد کسی طالبِ حق اور انصاف پسند کو اس میں شبہ نہیں رہ سکتا کہ احادیث متواترہ نے اور قرآن مجید کی آیات نے اس حقیقت کا انکشاف اور اعلان کیا ہے اور اُمت کو اس عقیدہ کی تعلیم دی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ قتل کئے گئے، نہ صلیب پر چڑھائے گئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو صحیح سالم اُٹھالیا اور وہ زندہ ہیں، اور قیامت سے پہلے وہ نازل ہوں گے اور یہاں اُن کے وفات پانے سے پہلے وہ سب اہلِ کتاب جو اُس وقت موجود ہوں گے اُن پر ایمان لے آئیں گے۔

یہاں ہم اس پر اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ قرآن پاک اور احادیث متواترہ کے تعلیم کئے ہوئے اِس عقیدہ پر اُمّت کا اجماع بھی ہے، اور اُس کو

ہر وہ شخص جانتا ہے جس کی حدیث، تفسیر، سیر و تاریخ اور عقائد و کلام اور دیگر دینی علوم و فنون کی کتابوں پر نظر ہے۔ اور اُمت کے علماء و مصنفین نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔

امام ابوالحسن اشعری کی کتاب الابانہ میں ہے:

واجمعت الامۃ علیٰ	اُمت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے
ان اللہ عزوجل رفع	کہ عیسےٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ
عیسٰی الی السماء	نے آسمان کی طرف اُٹھالیا۔

(کتاب الابانہ ص۴۶ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد)

اور ابوحیان اندلسی نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں ابن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ:

واجمعت الامۃ علیٰ	اور اُمت محمدیہ کا اس حقیقت
ما تضمنہ الحدیث المتواتر	اور عقیدہ پر اجماع ہے جو احادیث
من ان عیسٰے فی السماء	متواترہ سے ثابت ہے کہ عیسےٰ
حیٌّ وانہ ینزل فی آخر	علیہ السلام آسمان میں ہیں، زندہ ہیں
الزمان۔	اور وہ آخری زمانہ میں نازل ہوں
ـــــ بحر المحیط ص۴۷۳/۲	گے۔

اکابرِ اُمت پر قادیانیوں کی تہمت

ہمیں معلوم ہے کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے اہل قلم متبعین نے اُمت کے متعدد اکابر کے بارہ میں (جن میں حضرت عبداللہ بن عباس، شیخ الاسلام

ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہؒ بھی شامل ہیں) یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حضرات نزولِ مسیح اور حیاتِ مسیح کے منکر اور قادیانیوں کی طرح وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔

راقم سطور پورے یقین اور بصیرت کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ یہ دعوے اس بات کی دلیل ہیں کہ مرزا غلام احمد اور ان کے اُمتی جھوٹ بولنے میں کتنے جری اور بے باک ہیں۔ اس مسئلہ سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ، اور شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ اور شاہ ولی اللہؒ کے صاف صریح ارشادات ناظرین کرام پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں، یہی حال اُن سب بزرگوں کا ہے جن پر قادیانی یہ تہمت لگاتے ہیں۔ جن علماء کرام نے اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے اور مستقل کتابیں لکھی ہیں انھوں نے اُن بزرگوں میں سے (جن کا قادیانی اس سلسلے میں نام لیتے ہیں) ایک ایک کے متعلق ثابت کیا اور دکھایا ہے کہ اُن کا عقیدہ وہی ہے جو جمہور اُمت کا ہے اور وہ سب نزولِ مسیح اور حیاتِ مسیح کے قائل ہیں، اور ان کے بارے میں قادیانیوں کا دعویٰ کذب و افترا کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

—— اگر ہمارے ناظرین میں سے کسی صاحب کو یہ بحث تفصیل سے دیکھنی ہو تو صرف ایک کتاب "ہدایۃ المہتدی" (مصنفہ مولانا عبدالغنی صاحب پٹیالوی مرحوم) کا مطالعہ کافی ہوگا —— بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مبارک عہد سے لے کر اس وقت تک اُمت کے تمام اکابر، ائمہ اور علماء، محدثین، مفسرین، فقہاء، متکلمین اور صوفیائے ربانیین کا اس پر اجماع رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قرآن و حدیث کے بیان کے مطابق نہ قتل کئے گئے، نہ سولی پر چڑھائے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت سے معجزانہ طور پر

صحیح سالم اُٹھالیا اور وہ اللہ کے حکم سے معجزانہ طور پر زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے اس دُنیا میں پھر نازل کیے جائیں گے اور یہیں آکر وفات پائیں گے۔ ــــ اور قرآن وحدیث کی بیان کی ہوئی کسی حقیقت پر جب اس طرح کا اجماع ہو تو پھر کسی صاحبِ ایمان کے لیے اُس میں شک وشبہ کی اور کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی۔ بلکہ اس میں تاویل بھی بدترین گمراہی اور قرآنِ پاک کی زبان میں **الحاد** ہے۔

